

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## المقدمة: مبادئ النحو

تحتوي المقدمة على خمسة فصول:

[فصل اول: لفظ اور اس کے اقسام کے بیان میں]

**لفظ:** کالغوی معنی پھینکنا ہے، کہا جاتا ہے ”أَكَلْتُ التَّمْرَةَ وَلَفْظْتُ التَّوَاتُةَ“ — [ص: ۲۲]

(میں نے کھجور کھایا اور گٹھلی پھینکی) اور ”لَفْظْتُ الرَّحَى الدَّقِيقَ“ (چکی نے آٹا پھینکا)

**اصطلاحاً:** انسان کے منہ سے نکلنے والی وہ آواز جو بعض حروف تہجی پر مشتمل ہو تحقیقاً: جیسے: محمد، یا

تقدیراً: جیسے: افعال و صفات میں ضمائر مستترہ۔

لفظ کی دو قسمیں ہیں (۱) مستعمل اور اسے موضوع سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ (۲) مہمل

**لفظ موضوع:** وہ ہے جو وضع کے اعتبار سے کسی معنی مفرد یا مرکب پر دلالت کرے۔ اور اسے قول سے بھی تعبیر کیا

جاتا ہے۔

**لفظ مہمل:** وہ ہے جو وضع کے اعتبار سے اس (مفرد یا مرکب) پر دلالت نہ کرے، جیسے: ”لجیر“ جو رجل کا مقلوب

ہے، اور ”تیب“ جو بیت کا مقلوب ہے اور ”دیز“ جو زید کا مقلوب ہے۔

(۱) مفرد ————— (۲) مرکب

**مفرد:** وہ ہے جس کا جزا اس کے معنی کے جز پر دلالت نہ کرتا ہو، جیسے ”رجل“ توراً، جیم اور لام مدلول رجل میں

سے کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی کو نحو یوں کے نزدیک کلمہ کہا جاتا ہے۔

**مرکب: (۱)** وہ ہے جس کا جزا اس کے معنی کے جز پر دلالت کرتا ہو جیسے ”عاصمة الهند“ (ہندوستان کی

راجدھانی) ”كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ“ [آل عمران/۱۸۵] (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے) کیوں کہ ان دونوں اجزا میں سے

ہر جزا ان دونوں کے معنی کے جز پر دلالت کرتا ہے۔

[فصل ثانی: کلمہ اور اس کے اقسام کے بیان میں]

**کلمہ اصطلاح میں:** وہ لفظ مفرد ہے جو وضع کے اعتبار سے کسی معنی پر دلالت کرے، جیسے: ”کتاب“

”مدرسہ“

کلمہ لغت میں: مندرجہ ذیل معانی پر اطلاق ہوتا ہے۔

[۱]۔ جو انسان بولے خواہ مفرد ہو یا مرکب ————— [۲]۔ لفظ واحد

[۳]۔ جملہ یا کامل معنی والی عبارت جیسا کہ نحو یوں کے قول میں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کلمہ توحید ہے۔

[۴]۔ طویل مرتب کلام قصیدہ ہو، یا خطبہ، یا مقالہ، یا رسالہ، کہا جاتا ہے۔ ”قال الشاعر في كلمته ای

قصیدتہ“ شاعر نے اپنے کلمہ یعنی اپنے قصیدہ میں کہا۔

کلمہ میں تین لغتیں ہیں:

(۱) ”کَلِمَةٌ“ جیسے ”نَبَقَةٌ“ (بیر) کے وزن پر، اور یہ فصیح لغت اور حجازی لغت ہے اور اسی پر قرآن نازل ہوا ہے۔

اور اس کی جمع ”کَلَمٌ“ جیسے ”نَبَقٌ“۔

(۲) ”کَلِمَةٌ“ سِدْرَةٌ کے وزن پر، اس کی جمع کَلَمٌ ہے جیسے سِدْرٌ۔

(۳) ”کَلِمَةٌ“ تَمَرَةٌ کے وزن پر، اس کی جمع کَلَمٌ ہے جیسے تَمَرٌ اور یہ دونوں تہمی لغت ہے۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ اسم ۲۔ فعل ۳۔ حرف ————— [ص: ۲۳]

**دلیل حصر:** مذکورہ تین میں اس کے منحصر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ یا تو کسی معنی پر بذات خود دلالت نہ کرے گا اور وہ

حرف ہے۔ یا اس پر دلالت کرے گا اس صورت میں یا تو اس کا معنی تینوں زمانوں (ماضی / حال / مستقبل) میں سے کسی زمانہ کے

ساتھ مقترن ہوگا یا نہیں ان دونوں میں پہلا فعل اور دوسرا اسم ہے۔

اور تمہارے سامنے یہ تینوں اقسام تین بحثوں میں ہیں:

[بحث اول: اسم کے بیان میں]

**اسم:** وہ ایسا کلمہ ہے جو بذات خود ایسے معنی پر دلالت کرے جو سمجھنے کے اعتبار سے مستقل اور وضع کے اعتبار

سے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو۔ جیسے: ہند، ہلال، شمس، تمر، مجد (بزرگی) تجربه۔

**علامات اسم:** اس کے لیے بہت سی علامتیں ہیں جو اسم کے ساتھ خاص ہیں اور اس پر دلالت کرتی ہیں،

ان میں زیادہ ظاہر اور زیادہ مشہور درج ذیل ہیں:

[۱]۔ غیر موصولہ: ”الف لام“ کا دخول، جیسے: ”الرجل، الكتاب، العلم“ اور لیکن ”الف لام“ موصولہ

تو کبھی وہ فعل مضارع پر بھی داخل ہوتا ہے جیسا کہ فرزدق کے قول میں:

[ماانت بال حکم الترضی حکومتہ...☆... الا صیل ولا ذی الراى والجدل]

{ترجمہ: تو ایسا فیصل نہیں جس کا فیصلہ مانا جائے اور نہ شریف النسب، نہ عقلمند اور نہ چرب زبان}

[۲] - اس کسرہ سے مجرور ہونا جس کو عامل پیدا کرتا ہے خواہ حرفاً ہو یا اضافۃً، جیسے: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے)

[۳] - **ندا ہونا:** اور کلمہ کا منادی ہونا ہے، تو ہر منادی اسم اور اس کا منادی ہونا اس کی اسمیت کی علامت ہے۔ مثلاً: یا علی، یا زینب، یا خالد وغیرہ۔

[۴] - تنوین اپنے تمام اقسام کے ساتھ سوائے تنوین ترنم کے، جیسے: ”رَجُلٌ، دَأْرٌ“۔

[۵] - **مسند الیہ ہونا:** وہ اس کا اس کی طرف ہونا ہے جس سے فائدہ تام ہو۔ جیسے: ”ذهب المسافر“ (مسافر گیا)

”محمد رسول“ (محمد ﷺ رسول ہیں) اور ————— [ص: ۲۴]

مسند الیہ کبھی فاعل واقع ہوتا ہے، جیسے: ”ضحك حسن“ — (حسن ہنسا)

یا نائب فاعل ہو، جیسے: ”سُجِن اللُّصُ“ — (چور قید کیا گیا)

یا مبتدا: جیسے: المسافَةُ بعيدةٌ ————— (مسافت لمبی ہے)

یا فعل ناقص کا اسم ہو، جیسے: ”صار الفقير غنياً“ — (فقیر مالدار ہو گیا)

یا حروف مشبہ بالفعل کا اسم ہو، جیسے: ”إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ“۔

یا لائے نفی جنس کا اسم، جیسے: ”لا طالب غائب هذا اليوم“ (اس دن کوئی طالب علم غائب نہیں ہے)

یا ان حروف کا اسم جو ”لیس“ کا عمل کرتا ہے۔ جیسے: ”ما زهير كسولاً“ — (زہیر سست نہیں ہے)

”وتعز فلا شئ على الارض باقياً“ — (اور تو صبر کر تو زمین پر کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں)

اور مسند کبھی فعل واقع ہوتا ہے، یا اسم، یا مبتدا کی خبر، یا حروف مشبہ بالفعل کی خبر، یا لائے نفی جنس کی خبر، یا ان حروف کی

خبر جو لیس کا عمل کرتا ہے۔

[۶] - اصلی طور پر تائید تائید متحرکہ کا قبول کرنا، جیسے: نساكنة - عالمة - راشدة وغیرہ

[۷] - مصغر ہونا، جیسے: جیسے: رجیل - قریش۔

[۸] - یاے نسبت کا لاحق ہونا، جیسے: ’مکی‘، ’مدنی‘، ’حنفی‘، ’قادری‘ وغیرہ

[۹] - موصوف ہونا، جیسے: ”محب صادق“ (سچا دوست) وَخُلِقَ الْإِنْسُنُ ضَعِيفًا

[النساء/۲۸] (انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے)

[۱۰] - ذوالحال ہونا، جیسے: ”عاد القائد من الحرب ظافراً“ (سپہ سالار جنگ سے کامیاب ہو کر لوٹا)

**وجه تسمیہ:** یہ ”سَعُو“ سے ماخوذ ہے ”علو“ بلندی کے معنی میں، اور اسے اسم سے موسوم کیا جاتا ہے اپنے دونوں قسم اور دونوں نظیر پر بلند ہونے کی وجہ سے۔ کیوں کہ صرف اس سے کلام مرکب ہوتا ہے برخلاف اس کے دونوں نظیر فعل اور حرف کے۔ یہ بصریوں کا مذہب ہے اور یہی پسندیدہ ہے۔

کوفیوں ن + ے کہا کہ وہ ”وسم“ سے ماخوذ ہے، علامت کے معنی میں، اور اسے اسم سے موسوم کیا جاتا ہے، کیوں کہ وہ سنی پر علامت ہے۔

## [بحث ثانی: فعل کے بیان میں]

**فعل:** وہ کلمہ ہے جو بذات خود ایسے حدی معنی پر دلالت کرے جو وضع کے اعتبار سے تینوں زمانوں (ماضی، حال، مستقبل) سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن ہو، جیسے: ”ذهب، یذهب، اذهب“۔

**علامات فعل:** فعل کی چند علامتیں ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے زیادہ مشہور درج ذیل ہیں:

[۲۴۱] (۱) - قد (۲) - سین (۳) - سوف (۴) - اور حرف جازم۔ کا دخول ————— [ص: ۲۵]

مثلاً ”قد قام“ — ”سوف نذهب“ (عن قریب ہم جائیں گے) — ”لم یذهبوا“ (وہ نہیں گئے) — ”قد یضحك“ (کبھی وہ ہنستا ہے) — ”سنذهب“ (من قریب وہ جائے گا)

[۲۴۵] (۵) - ضمیر بارز مرفوع کا مثنصل ہونا۔ (۶) - تائید تائید ساکنہ کا (۷) - تاکید کے دونوں نون کا مثنصل

ہونا، جیسے ”شربت“ — ”شربت“ — ”لیکتئبن“ (توضرور لکھے گا) — ”لیکتئبن“ (وہ ضرور دیکھے گا)

[۸] - ماضی اور مضارع کی گردان آنا۔

[۹] - امر یا نہی ہونا۔

## [بحث ثالث: حروف کے بیان میں]

**حرف:** وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں ہو اور یہ دلالت زمانہ سے خالی ہو۔

**حرف:** اسم اور فعل کی علامتوں میں سے کسی کو قبول نہیں کرتا ہے، وہ بذات خود کسی معنی پر دلالت بھی نہیں کرتا ہے، بلکہ اس کی دلالت ایسے معنی پر ہوتی ہے جو اس کے غیر میں ہو بعد اس کے کہ وہ کسی جملہ میں ہو۔ تو حرف ”من“ اور حرف ”الی“ مثال کے طور پر جب وہ دونوں منفرد ہوں تو ان دونوں کے لیے کوئی معنی نہیں لیکن اگر وہ کسی جملہ میں ہوں، جیسے: ”قرأت الكتاب من اوله الى الصفحة العاشرة“ (میں نے کتاب شروع سے دس صفحہ تک پڑھا) تو ”من“ اس وقت فعل کی ابتداء پر دلالت کر رہا ہے اور ”الی“ اس کی انتہا پر۔

اور حرف نہ مسند ہو سکتا ہے اور نہ مسند بہ۔ لیکن اس کے بہت فوائد ہیں ان میں اہم یہ ہیں کہ:

وہ دو اسموں کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے، مثلاً: ”الاسدُ فی الغابة“ — (شیر جنگل میں ہے)

**کلام:** وہ جملہ ہے جو معنی تام کا فائدہ دے اور اپنی ذات پر اکتفا کرنے والا ہو، مثلاً: ”راس الحکمة مخافة الله“ (حکمت کی اصل اللہ کا خوف ہے) ”فاز المتقون“ (پرہیزگار لوگ کامیاب ہوئے) ”من صدق نجا“ (جس نے سچ کہا اس نے نجات پائی)

تو اگر جملہ معنی تام کا فائدہ نہ دے اور اپنے آپ اکتفا کرنے والا نہ ہو تو اسے کلام نہیں کہا جائے گا۔ مثلاً: ”ان تجتهد في عملك“ (اگر تم اپنے کام میں محنت کرو) تو یہ جملہ فائدہ دینے میں ناقص ہے کیوں کہ جواب شرط اس میں مذکور نہیں اور معلوم نہیں، تو اسے کلام نہیں کہا جائے گا۔ پس اگر تم جواب ذکر کرو اور کہو ”ان تجتهد في عملك تنجح“ (اگر تم اپنے کام میں محنت کرو گے تو تم کامیاب ہو گے) لہذا یہ کلام ہو جائے گا۔

[۲]- **مرکب اضافی:** وہ ہے جو مضاف اور مضاف الیہ سے مرکب ہو، مثلاً: ”كتاب التلمیذ“ (طالب علم کی کتاب) ”صوم النهار“ (دن کا روزہ) اور اس کے جزے ثانی کا حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

[۳]- **مرکب بنائی:** ہر وہ دو کلمہ ہے جس میں دوسرا معنی اول کی وضاحت کرتا ہو — اور اس کی تین قسمیں ہیں: [۱]- مرکب وصفی [۲]- مرکب توكیدی [۳]- مرکب بدلی

(۱)- **مرکب وصفی:** وہ ہے جو صفت اور موصوف سے مل کر بنے، جیسے: ”فاز التلمیذ المجتهد“ (مختی طالب علم کامیاب ہوا) ”أكرمُ التلمیذ المجتهد“ (میں نے مختی طالب علم کی تعظیم کی) ”سررتُ بحسن اخلاق التلمیذ المجتهد“ (میں مختی طالب علم کے حسن اخلاق سے خوش ہوا)

(۲)- **مرکب توكیدی:** وہ ہے جو مَوْكِد (تاکید کرنے والا) اور مَوْكَد (جس کی تاکید کی گئی ہو) سے مرکب ہو، مثلاً: ”جاء القوم کلهم“ (پوری قوم آئی) ”أكرمُ القوم کلهم“ (میں نے پوری قوم کی تعظیم کی) ”أحسنُ القوم کلهم“ (میں نے پوری قوم کے ساتھ حسن سلوک کیا)

(۳)- **مرکب بدلی:** وہ ہے جو بدل اور مبدل منہ سے مرکب ہو، مثلاً: ”جاء خليل اخوك“ (تیرا بھائی خلیل آیا) ”رایت خلیلاً اخاك“ (میں نے تیرے بھائی خلیل کو دیکھا) ”مررت بخلیل اخیک“ (میں تیرے بھائی خلیل کے پاس سے گزرا)

اور مرکب بنائی کے جزے ثانی کا حکم یہ ہے کہ وہ اعراب میں اپنے ما قبل اتباع کرے، جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

[۴]- **مرکب عطفی:** وہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ سے مرکب ہو، ان دونوں کے درمیان حرف عطف کے واسطے سے، مثلاً: ﴿حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ [البقرة]

❖ یادو فعل کے درمیان، جیسے: ”اریدُ ان ازور المدينة المنورة“ (میں مدینہ منورہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں)

یا ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان جیسے ”کتبتُ بالقلم“ یادو جملوں کے درمیان جیسے: ”لئن شکرتم لآزیدنکم“ (اگر تم شکر ادا کرو گے تو تمہیں اور عطا کروں گا)

## [حرف کی تین قسمیں ہیں:]

[۱]- وہ جو اسم کے ساتھ مختص ہو جیسے ”حرف جر“ ”حسن فی البیت“ (حسن گھر میں ہے) کے مثل میں، اور ”ان“ ”ان الحكومة عادلة“ کے مثل میں۔

[۲]- وہ قسم جو فعل کے ساتھ مختص ہو، جیسے: ”لم“ [لم أقرأ صحيفةً هذا اليوم] (میں نے اس دن کوئی صحیفہ نہیں پڑھا) کے مثل میں۔

[۳]- وہ قسم جو مختص نہ ہو۔ اور یہ وہ حرف ہیں جو اسما اور افعال پر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے، حروف عطف اور استفہام کے دو حرف، جیسے: ”اشتریتُ قلماً و كراسةً“ (میں نے ایک قلم اور ایک کاپی خریدی) ”جاء الشرطي و قبض على اللص“، (پولیس آئی اور چور کو پکڑی) ”هل انت مذاكر؟“ (کیا تو مذاکرہ کرنے والا ہے؟)

## [فصل ثالث: مرکبات اور ان کی قسمیں اور ان کے اعراب کے بیان میں] [ص: ۲۶]

**مرکب:** ایسا قول ہے جو دو کلموں یا اس سے زیادہ سے مرکب ہو کسی فائدے کے لیے، خواہ فائدہ تام ہو مثلاً: ”النجاة فی الصدق“ (سچائی میں نجات ہے) — یا ناقص ہو، مثلاً: ”نور الشمس“ (سورج کی روشنی) ”الانسانية الفاضلة“ (فضیلت والی انسانیت) ”ان تتعن عملك“ (اگر تم اپنے کام کو عمدہ بناؤ گے)

**مرکب کی چھ قسمیں ہیں:** [۱]- اسنادی [۲]- اضافی [۳]- بیانی [۴]- عطفی [۵]- مزجی [۶]- عددی

[۱]- **اسناد:** وہ ایک شئی کا دوسری شئی پر حکم لگانا ہے، جیسے: تمہارے قول ”زہیر مجتهد“ میں زہیر پر اجتہاد کا حکم لگایا گیا ہے۔

معلوم یہ کہ ”مسند“ کہتے ہیں اور محکوم علیہ کو ”مسند الیہ“ کہتے ہیں تو ”مسند“ وہ ہے جس کے ذریعہ کسی شئی پر آپ حکم لگائیں۔ اور مسند الیہ وہ ہے جس پر آپ کسی شئی کا حکم لگائیں۔

**مرکب اسنادی:** وہ ہے جو مسند اور مسند الیہ سے مرکب ہو جیسے: ”الحلم زین“ (بردباری زینت ہے) ”یفلح المجتهد“ (مختی کامیاب ہوتا ہے) اور اسے جملہ بھی کہا جاتا ہے۔

(نمازوں کی پابندی کرو خاص کر نماز عصر کی) اور حرف عطف کا مابعد کا حکم یہ ہے کہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کی اتباع کرے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

**[۵]- مرکب مزجی:** ہر وہ دو کلمہ ہے جسے مرکب کیا گیا ہو اور اسے ایک کلمہ کر دیا گیا ہو، مثلاً: ”بعلبک“ (ملک شام کا ایک شہر) ”بیت لحم“ (فلسطین کا ایک شہر جہاں عیسیٰ ﷺ پیدا ہوئے) ”حضر موت“ (مکین کا شہر) ”سیبویہ“ ”صباح مساء“ (صبح اور شام) ”شذر مذر“ (متفرق ہونا) اور اگر مرکب مزجی علم ہو تو اسے غیر منصرف کا اعراب دیا جائے گا، جیسے: مثلاً: ”بعلبک بلدة طيبة الهوا“ (بعل ایسا شہر ہے جس کی ہوا خوش گوار ہے) ”سکنٹ بیت لحم“ (میں نے بیت لحم میں سکونت اختیار کیا) ”سافرت الی حضر موت“ (میں نے حضر موت کا سفر کیا) \_\_\_\_\_ [ص: ۲۷]

مگر جب کہ اس کا جز ثانی کلمہ ”ویہ“ ہو تو وہ ہمیشہ کسرہ پر مبنی ہوگا، مثلاً: ”سیبویہ عالم کبیر“ (سیبویہ بڑا عالم ہے) ”رأیت سیبویہ عالماً کبیراً“ (میں نے بڑے عالم سیبویہ کو دیکھا) ”امنعت فی کتاب سیبویہ“ (میں نے سیبویہ کی کتاب میں غور کیا) اور اگر وہ علم نہ ہو تو دونوں جز فتح پر مبنی ہوگا، مثلاً: ”زرنی صباح مساء“ (صبح و شام میری زیارت کر) ”انت جاری بیت بیت“ (تو میرا قریبی پڑوسی ہے)

**[۶]- مرکب عددی:** مرکبات مزجیہ میں سے ہیں، اور وہ ہر دو عدد ہے جن دونوں کے درمیان حرف عطف مقدر ہوتا ہے اور وہ ”أحد عشر“ سے ”تسعة عشر“ تک ہے اور ”الحادی عشر“ سے ”التاسع عشر“ تک ہے۔

لیکن ”أحد وعشرون“ سے لے کر ”تسعة و عشرون“ تک تو وہ مرکبات عددیہ میں سے نہیں ہے بلکہ وہ مرکبات عطفیہ میں سے ہیں، کیوں کہ حرف عطف مذکور ہے۔

اور مرکب عددی کے دونوں جز کا مفتوح ہونا واجب ہے، خواہ وہ مرفوع ہو، مثلاً: ”جاء احد عشر رجلاً“ یا منصوب ہو، مثلاً: ”رأیت احد عشر کوكبا“

یا مجرور ہو، مثلاً: ”احسنت الی احد عشر فقیراً“ (میں نے گیارہ فقیروں کے ساتھ حسن سلوک کیا) اور اس وقت لفظاً اس کا دونوں جز مبنی پر فتح ہوگا اور محلاً مرفوع یا منصوب یا مجرور ہوگا سوائے ”اثنی عشر“ کے۔ تو اس کے جزے اول کو تثنیہ کا اعراب دیا جائے گا۔ حالت رفعی میں ”الف“ کے ذریعہ، مثلاً: ”جاء اثنا عشر رجلاً“ اور حالت نصبی و جری میں ”یا“ کے ذریعہ، مثلاً: ”اکرمت اثنتی عشر فقیرة باثنتی عشر درهماً“ (میں نے بارہ درہم سے بارہ فقیر عورتوں کی مدد کی) اور جزے ثانی پر مبنی پر فتح ہے۔ اور اس کا کوئی محل اعراب نہیں، تو وہ تثنیہ کے نون کے منزل میں ہوگا۔

جو عدد فاعل کے وزن پر ہو اس کے آخر میں یا نہ ہو اور وہ عشر سے مرکب ہو جیسے: ”ثالث عشر“ سے ”تاسع عشر“ تک اس کا دونوں جز بھی مبنی پر فتح ہوگا۔ مثال: ”جاء الرابع عشر“، ورأیت الرابعة عشرة“ لیکن جس کا جزے اول یا پر ختم ہو تو اس کے پہلے جزے اول میں دولغت ہے یا کفتح اور یا کا سکون اول زیادہ صحیح ہے۔ جیسے: ”حادی عشر وحادی عشر“۔

## [فصل رابع: عامل، معمول اور عمل] [ص: ۲۸]

جب کلمات جملے میں منظم کیے جائیں تو ان میں سے بعض وہ ہے جو اپنے متصل میں اثر ڈالے، اور بعض وہ ہے جس میں اس کا ماقبل اثر ڈالتا ہے، اور بعض وہ ہے جو نہ اثر ڈالتا ہے اور نہ اثر قبول کرتا ہے اور وہ نتیجہ جو اثر ڈالنے والے کے اثر ڈالنے اور اثر قبول کرنے والے کے اثر قبول کرنے سے حاصل ہو یہی اثر ہے جسے عمل اعراب کہا جاتا ہے۔

**العامل:** عامل وہ ہے جو غیر میں تغیر پیدا کرے، تو وہ اس کو مرفوع یا منصوب یا مجرور یا مجزوم کرے گا جو اس سے متصل ہے۔

**العامل قسمان:** عوامل کی دو قسمیں ہیں: [۱]- لفظیہ [۲]- معنویہ

**اللفظیہ:** لفظیہ وہ موثر ہے جس کا حقیقتاً یا حکماً تلفظ کیا جاسکے تو وہ عامل جس کا حقیقتاً یا حکماً تلفظ کیا جاسکے وہ ہے جو عبارت میں مذکور ہو، جیسے: اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران/۹۲] (تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو) میں ”لن“۔

**الملفوظ:** (عامل) ملفوظ حکماً وہ ہے جو عبارت میں مذکور نہ ہو، لیکن وہ مذکور ہو جو اس پر دلالت کرتا ہے مثلاً: فعل مضارع کو نصب دینے والا ”ان“ جو ”حتی“ کے بعد مقدر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ [بنی اسرائیل/۱۵] (اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں) میں۔

**العوامل المعنویہ:** عوامل معنویہ وہ ہے جس کا حقیقتاً یا حکماً تلفظ نہ کیا جاسکے۔

**وہی قسمان:** اور اس کی دو قسمیں ہیں: (الاول) اسم کا عامل لفظی سے خالی ہونا ہے، اور وہ نحو یوں کی اصطلاح میں ابتدا سے مشہور ہے، اور وہ مبتدا اور خبر کو رفع دیتا ہے یہی رائج اور مشہور مذہب ہے۔

(الثانی) ثانی وہ فعل مضارع کا عامل عاصب و جازم سے خالی ہونا ہے، اور وہ مضارع کو مرفوع کرتا ہے۔

**[العوامل اللفظیة ثلاثة اقسام: عوامل لفظیہ کی تین قسمیں ہیں:]**

افعال-اسما-اور-حروف۔



**المعمول:** معمول وہ ہے جس کا آخر رفع یا نصب یا جریا جزم کے ذریعہ بدل جائے اس عامل کے تاثیر سے جو اس کے ساتھ ہے۔ اور معمولات وہ اسما اور فعل مضارع ہیں۔

**المعمول علی ضربین:** معمول کی دو قسمیں ہیں: — [ص: ۲۹]

(۱) - معمول بالاصالة (اصلی معمول) (۲) - معمول بالتبعیۃ (غیر اصلی معمول)  
**المعمول بالاصالة:** معمول بالاصالة وہ معمول ہے جس میں عامل بلا واسطہ اثر ڈالے، جیسے: فاعل، نائب فاعل، مبتدا اور خبر وغیرہ

**المعمول بالتبعیۃ:** وہ ہے جس میں عامل اپنے متبوع کے واسطے سے اثر ڈالے، جیسے: نعت، عطف، توكید اور بدل۔

**العمل:** عمل وہ اثر ہے جو عامل کے تاثیر سے حاصل ہو، یعنی رفع، یا نصب یا جزم (سے) اور اسے اعراب بھی کہا جاتا ہے۔

**[فصل خامس: اعراب، بنا، معرب، مثنیٰ اور وہ جو ان دونوں سے متصل ہو]**

جب کلمات جملے میں منظم کیے جائیں، تو بعض وہ ہے جس کا آخر اس جملے میں اپنے مرکز کے اختلاف کے ساتھ ان عوامل کے بدلنے کی وجہ سے بدل جائے جو اس سے پہلے ہے، اور بعض وہ ہے جس کا آخر نہ بدلے، اگرچہ وہ عوامل بدل جائیں جو اس سے پہلے ہیں، تو پہلے کو ”معرب“ اور دوسرے کو ”مثنیٰ“ اور عامل کے ذریعہ بدلنے کو ”اعراب“ اور عامل کے ذریعہ نہ بدلنے کو ”بنا“ کہا جاتا ہے۔

**الاعراب لغة:** اعراب لغوی اعتبار سے ظاہر کرنے کے معنی میں ہے، تم کہتے ہو، ”اعربت عن سروری اذا اظهرته وانبتته“ (میں نے اپنی خوشی ظاہر کی جب تم اس کا اظہار کرو اور اس کو ظاہر کرو)

**الاعراب اصطلاحاً:** اعراب اصطلاحی اعتبار سے وہ اثرا وہ اثر مقدر ہے جس کو عامل کلمے کے آخر میں پیدا کرے تو اس کا آخر مرفوع یا مجرور یا منصوب یا مجزوم ہوگا اس کے مطابق جس کا عامل مقتضی ہے، تم کہتے ہو، ”عاد المسافر“ (مسافر لوٹا) ”استقبلت المسافر“ (میں نے مسافر کا استقبال کیا) ”سلمت علی المسافر“ یہ اس اعراب کی مثال ہیں جس کے عامل کا اثر ظاہر ہے، اور یہ اثر کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے تو وہ مقدر ہوگا جیسا کہ تمہارا قول: جاء الفتی - رأیت الفتی - مررت بالفتی - میں۔

اور ”فتی“ کے اعراب پر دلیل ہے۔ جب کہ وہ ان مثالوں میں مفرد ہو۔ یہ ہے کہ اس کے آخر کی علامت تثنیہ اور جمع کے وقت تبدیل ہو جاتی ہے، تم تثنیہ کے وقت کہتے ہو ”جاء الفتیان“ ”رأیت الفتیین“ ”مررت بالفتیین“ اور تم جمع کے وقت کہتے ہو، ”جاء الفتون۔ رأیت الفتین۔ مررت بالفتین۔“

**اعراب کی تین قسمیں ہیں:** (۱) - لفظی (۲) - تقدیری (۳) - محلی

**فلا اعراب اللفظی:** اعراب لفظی وہ ہے جس کے بولنے سے کوئی مانع نہ روکے، جیسے ”جاء سلیم“ قابلت سلماً، اور اخذ من سلیم۔

**والاعراب التقديری:** اعراب تقدیری وہ ہے جس کے تلفظ سے کوئی مانع یعنی دشواری، یا نقل یا مناسبت (روکے)، جیسے: ”یدعو الفتی والقاضی وغلامی“ تو سب مرفوع ہیں ایسے ضمہ کے ذریعہ جو ان کلمات کا آخر ہے۔ مقدر ہے ”فتی“ میں دشواری کہ وجہ سے ”یدعوا“ اور ”قاضی“ میں ثقل کی وجہ سے اور ”غلامی“ میں یاے متکلم کی مناسبت کی وجہ سے۔

**والاعراب المحلی:** اعراب محلی وہ ہے جو ان منبئات میں واقع ہوتا ہے جن پر بناطاری ہو تغیر اعتباری کہ وجہ سے تو وہ ظاہر نہیں ہوگا اور نہ مقدر ہوگا، جیسے: ”جاء زید“ تو اسم اشارہ مثنیٰ بر سکون ہے محل رفع میں ہے کیوں کہ وہ فاعل ہے۔

**المعرب:** معرب وہ ہے جس کا آخر عوامل کے داخل ہونے کے سبب بدل جائے۔ — [ص: ۳۰]

**[انواع الاعراب اربعة: اعراب کی چار قسمیں ہیں: ۱- رفع ۲- نصب ۳- جزم ۴- جزم]**

تورفع اور نصب اسم اور فعل کے درمیان مشترک ہے۔ اور جراسم کے ساتھ خاص ہے۔ اور جزم فعل کے ساتھ خاص ہے تو کوئی اسم مجزوم نہیں اور کوئی فعل مجرور نہیں۔ اور اعراب اسما اور افعال کے درمیان مشترک ہے سوائے حروف کے۔ تو ان (حروف) پر کوئی اعراب قطعاً واقع نہیں ہوگا۔ مجرور ہونا صرف اسم کے ساتھ خاص ہے اور مجزوم ہونا فعل کے ساتھ برابری کی وجہ سے، کیوں کہ جر ثقیل ہے جو اسم کی خفت کی تلافی کرتا ہے، اور جزم خفیف ہے جو فعل کی ثقل کی تلافی کرتا ہے۔

**علامات الاعراب:** اعراب کی علامتیں: حرکت - یا حرف - یا حذف ہے

تو حرکات تین ہیں: ۱- ضمہ ۲- فتح ۳- کسرہ — اور حروف چار ہیں: ۱- الف ۲- نون ۳- واو ۴- یا

اور حذف یا حرکت کا دور کرنا ہے اور اسے سکون کہا جاتا ہے، یا آخر کا ختم کرنا، یا نون کا دور کرنا۔

{۱}-علامات رفع: رفع کی چار علامتیں ہیں: ۱-ضمہ ۲-واو ۳-الف ۴-نون — ان میں ضمہ اصل ہے۔

اس کی مثال: ”يحب الصادق“ (فلح المومنون ، لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ<sup>ط</sup>) [الطلاق/۷] (مقدور والا ، اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے) يكرم التلميذ ان المجتهدان. تنطقون بالصدق . تفرحون بالصدقة (تو صدقہ سے خوش ہوتی ہے) تدخلان الحديقة۔

{۲}-علامات النصب: نصب کی پانچ علامتیں ہیں: ۱-فتحہ ۲-الف ۳-یا ۴-کسرہ ۵-اور حذف نون۔

فتح اصل ہے۔ اس کی مثال: ”جانب اشرقتلسم“ (شر سے کنارہ کشی کرو محفوظ رہے) اعط ذا الحق حقه. (حق والے کو اس کا حق دے) ”يحب الله المتقين“ كان ابو عبيدة عامر بن الجراح و خالد بن الوليد قائدین عظیمین، أكرم الفتیات المجتهدات ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران/۹۲] (تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو)

{۳}-علامات الجر: جر کی تین علامتیں ہیں: ۱-کسرہ ۲-یا ۳-فتحہ۔ کسرہ اصل ہے۔ اس کی مثال:

☆ ”تمسك بالفضائل“ (تم فضائل کو لازم پکڑو)

☆ ”اطع أمر أبيك“ (اپنے والد کے حکم کی اطاعت کر)

☆ ”المرء باصغريه: قلبه ولسانه“ (انسان دو چھوٹی چیز دل اور زبان سے جانا جاتا ہے)

☆ ”تقرب من الصادقين و ابتعد عن الكاذبين“ — (سچوں سے قریب رہو اور جھوٹوں سے دور رہو)

☆ ”ليس فاعل الخير بأفضل من الساعي فيه“۔ (بھلائی کرنے والا بھلائی کی کوشش کرنے والے سے افضل نہیں ہے)۔

{۴}-علامات الجزم: جزم کی تین علامتیں ہیں: ۱-سکون ۲-آخر کا حذف ہونا ۳-اور نون کا حذف ہونا

— ان میں نون اصل ہے۔ اس کی مثال:

❖ ”من يفعل خيراً يجد خيراً“ — (جو شخص بھلائی کرتا ہے بھلائی پاتا ہے)

❖ ”ومن يزرع شراً يجن شراً“ — (اور جو برائی بوتا ہے وہ برائی کا ثابہ)

❖ ”افعل الخير تلق الخير“ — (تو بھلائی کرتا کہ بھلائی پائے)

❖ ”لا تدع الا الله“ — (تم صرف اللہ کو پکارو)

❖ ”قولوا خيراً تغنموا“ — (تم اچھی بات کہو تاکہ غنیمت پاؤ)

❖ ”اسكنوا عن كل شرّ تسلموا“ — (تم ہر برائی سے باز رہو تاکہ تم محفوظ رہو)۔

**البناء والمبنى: البناء:** بنا کلمہ کے آخر میں ایک حالت کا لازم ہونا اگرچہ عوامل بدل جائے۔

**المبنى:** مبنی وہ ہے جس کے آخر میں ایک حالت لازم ہو تو وہ عوامل مختلفہ کے بدلنے سے نہیں بدلے گا۔

**المبنيات:** مبنيات جملہ حروف، ماضی اور امر حاضر معروف ہے، اور وہ فعل مضارع ہے جس سے تاکید کے دونوں نون جمع مونث متصل نہ ہو عارضی ہے۔

اور اسما میں معرب ہونا اصلی ہے اور بعض اسما کا مبنی ہونا عارضی ہے۔ حروف اور افعال میں مبنی ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ معانی مختلفہ جس کا بعض بعض سے اعراب کے ذریعہ تمیز کا محتاج ہو، جیسے: فاعلیت، مفعولیّت، اور ضلالت، ان پر وارد نہیں ہوتا ہے۔

اور اسما میں معرب ہونے کی اصل وجہ اسما کا اس تمیز کا محتاج ہونا ہے۔ لیکن جب اسم حرف سے ایسا قوی مشابہت رکھے جو اس کو حرف سے قریب کر دے تو وہ اسم اسی کی طرح مبنی ہوگا۔

**انواع البناء:** اسما اور حروف — جس پر مبنی ہیں اس کی معرفت سماع صحیح اور نقل صحیح پر موقوف ہے، کیوں کہ ان میں بعض ضم پر مبنی ہوتا ہے، اور بعض فتح پر، اور بعض کسر پر اور بعض سکون پر۔ لیکن اس کی معرفت کے لیے کوئی ضابطہ نہیں ہے۔

## [انواع البناء اربعة:]

### بناکی چار قسمیں ہیں:

**پہلا:** سکون — اور یہی اصل ہے اور اس کو وقف بھی کہا جاتا ہے، اور وہ اپنی خفت کی وجہ سے تینوں کلموں میں آتا ہے، جیسے: هل ، قم ، کم۔

**دوسرا:** فتح — اور یہ سکون سے قریبی حرکت ہے تو وہ بھی تینوں کلموں میں آتا ہے، جیسے: سوف، این، قام۔

**تیسرا:** کسرہ — **چوتھا:** ضمہ ہے — اور یہ دونوں اپنے نقل اور فعل کی نقل کی وجہ سے فعل میں واقع نہیں ہوتے

ہیں۔ اور وہ دونوں اسم اور حرف میں داخل ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں کسرہ کی مثال: جیسے: ”هؤلاء“ اور لام براور ان دونوں میں ضمہ کی مثال، جیسے: حیث اور مُنذ، اس کی لغت میں جس نے اس کو حروف جارہ میں شمار کیا ہے۔

## [القسم الاول: الاسم وانواعه: قسم اول: اسم اور اس کی قسموں کے بیان میں] [ص: ۳۲]

اور تم اس کی تعریف اور اس کی علامات مقدمۃ الکتاب میں پڑھ چکے ہو۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ معرب ۲۔ مبنی  
**معرب:** اسم معرب وہ اسم ہے جسے غیر کے ساتھ اس طور پر مرکب کیا گیا ہو کہ اس کے ساتھ اس کا عامل ہو اور وہ حرف سے ایسی قوی مشابہت نہ رکھے جو اسم کو حرف سے قریب کر دے۔

**مبنی:** اسم مبنی وہ اسم ہے جسے غیر کے ساتھ اس طور پر مرکب نہ کیا گیا ہو کہ اس کے ساتھ اس کا عامل ہو یا وہ حرف سے ایسی قوی مشابہت رکھے جو اس کو حرف سے قریب کر دے۔

اول کو متمکن کہا جاتا ہے اور ثانی کو غیر متمکن۔ اور معرب ”متمکن امکن“ کی طرح منقسم ہوتا ہے اور وہ منصرف ہے، جیسے: ”زیدٌ وعمر“ اور ”متمکن غیر امکن“ کی طرف اور وہ غیر منصرف ہے، جیسے: ”احمد ومساجد“ اور وہ قوی مشابہ جو اسم کو حرف سے قریب کرتی ہے خواہ وہ وضع کے اعتبار سے ہو یا معنی کے اعتبار سے محتاج ہونے کے اعتبار سے یا استعمال کے اعتبار سے تو اس کی چار قسمیں ہیں: جو درج ذیل ہیں۔

**الاول: الشبه الوضعی:** اور شبہ وضعی اس طور پر کہ اسم ایک حرف پر مبنی ہو، جیسے: ”کتبتُ“ میں سے ”تا“ یا دو حرف پر جیسے: ”کتبتنا“ میں سے ”نا“۔

توضا مبنی ہیں اس لیے کہ وہ وضع میں حرف کے مشابہ ہیں کیوں کہ اکثر ضمیریں ایک حرف یا دو حرف پر موضوع ہیں۔ اور ان میں سے جو اس سے زیادہ پر موضوع ہے، تو وہ مبنی ہوگا اپنے اخوات پر محمول ہونے کی وجہ سے اور یہ اس لیے ہے کہ اسم کی کم سے کم تین حرف سے مرکب ہوتا ہے، تو اسم میں سے جو اس سے کم پروارد ہوا ہے، وہ مبنی ہوگا وضع میں حرف کی مشابہت کی وجہ سے۔ جیسے: ”ید و دم“ تو وہ معرب ہیں اس لیے کہ وہ اصل میں تین حرف ہیں، جیسے: ”دمو ویدی“

**الثانی: الشبه المعنوی:** دوسرا شبہ معنوی اس طور پر کہ اسم اپنے معنی میں حرف کے مشابہ ہو، جیسے: اسماء شرط اور اسماء استفہام۔ اور دوسرا جو حرف غیر کے مشابہ ہو، اس کا حق یہ ہے کہ اسے وضع کیا جائے۔ لیکن اسے وضع نہیں کیا گیا، جیسے: اسماء اشارہ۔ تو یہ اسماء معانی حروف کے متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں، کیوں کہ تم جس معنی پر محمول کر رہے ہو اس کا حق یہ ہے کہ حرف کے ذریعہ ادا کیا جائے۔ تو اسماء شرط حروف کے مشابہ ہے، اور وہ ”إن“ ہے۔ اور اسماء استفہام حرف استفہام کے مشابہ ہے، اور وہ ہمزہ ہے۔ اور اسماء اشارہ غیر موجود حرف کے مشابہ ہے۔ تو وہ ایسے معنی حروف کے متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں جس کا وضع کیا جانا مناسب تھا لیکن وضع نہیں کیا گیا۔ اور یہ اس لیے کہ اشارہ، ان معانی میں سے ہے جس کا حق حرف کے ذریعہ ادا کیا جانا ہے، مگر یہ اس لیے کہ اشارہ، ان معانی میں سے ہے جس کا حق حرف کے ذریعہ ادا کیا جانا ہے، مگر یہ کہ نحو یوں نے اشارہ کے لیے کسی حرف کو وضع نہیں کیا، جیسا کہ انھوں نے تمہنی کے لیے ”لیت“ اور تریجی کے لیے ”لعل“ اور استفہام کے لیے ”ہمزہ اور هل“ اور شرط کے لیے ”إن“ وضع کیا۔

**الثالث: الشبه الافتقاری الملازم:** تیسرا شبہ افتقاری ملازم، اس طور پر کہ وہ ہمیشہ مابعد کا محتاج ہو، تاکہ اس کا معنی پورا ہو جائے۔ اور یہ جیسے اسماء موصولہ اور وہ بعض ظروف ہیں جن کی اضافت جملے کی طرف لازم ہے۔ تو اسماء موصولہ اپنے تمام احوال میں اس صلہ کے محتاج ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں جو ان کا معنی پورا کرتا ہے، جیسا کہ حرف اپنے مابعد کا محتاج ہوتا ہے تاکہ اس کا معنی ظاہر ہو، اور وہ ظروف جن کی اضافت جملے کی طرف لازم ہے، جیسے: ”حيث، اذا یا منذ“ ہیں، یہ اس جملے کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں جس کی طرف اس کی اضافت کی جاتی ہے جیسا کہ حرف اپنے مابعد کا۔ [ص: ۳۳]

## [الرابع: الشبه الاستعمالي: چوتھا شبہ استعمالی۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں:]

[۱]۔ قسم جو استعمال میں حرف عامل کے مشابہ ہو، جیسے: اسماء افعال، تو وہ مابعد ہو کر استعمال ہوتا ہے نہ کہ متاثر ہو کر کیوں کہ وہ فعل کا عمل کرتا ہے اور اس میں دوسرا عمل نہیں کر سکتا ہے۔

[۲]۔ دوسری قسم جو استعمال میں حرف عاقل یعنی غیر عامل کے مشابہ ہو، اس اعتبار سے کہ وہ اس کے مثل ہے نہ اثر ڈالتا ہے اور نہ اثر قبول کرتا ہے، جیسے: اسماء اصوات، تو وہ جیسے حروف استفہام، حروف تنبیہ اور حروف تخصیص اور اس کے علاوہ حروف عواطل ہیں، جو دوسرے میں عمل نہیں کرتے ہیں، اور نہ دوسرا اس میں عمل کرتا ہے۔

## [الباب الاول: اسماء المعربه]

## باب اول: اسماء معربہ کے بیان میں:

اور وہ ایک مقدمہ، تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے:

رہا مقدمہ تو اس میں دو فصل ہیں۔

## الفصل الاول: انواع اعراب الاسم

## فصل اول: اسم کے اعراب کی قسموں کے بیان میں۔

اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ رفع ۲۔ نصب ۳۔ جر۔ اور اس کے اعراب کی علامت حرکت یا حرف ہے۔ اور اس میں اصل حرکات کے ذریعہ معرب ہونا ہے۔

## المعرب بالحركات من الاسماء:

حرکات کے ذریعہ معرب اسماء:

اور اسی لغت پر اس کی قرأت کو محمول کیا ہے جس نے پڑھا: ”إن هذان السحران“، ان کی تشدید کے ساتھ۔ اور پڑھا گیا ”إن هذان“ اس کی تخفیف کے ساتھ اور ”إن هذين“ ”ان“ کی تشدید اور یا کے ذریعہ ”هذين“ کے نصب کے ساتھ۔

## والاسماء الستة هي:

اور اسماء ستہ وہ: ۱- أب ۲- أخ ۳- حم ۴- هن ۵- فم ۶- اور ذو ہے۔

اور یہ ”واو“ کے ذریعہ مرفوع ہوگا، جیسے: ”جاء ابو الفضل“ اور ”الف“ کے ذریعہ منصوب ہوگا۔ مثلاً ”اکرم اباک“۔

اور ”یا“ کے ذریعہ مجرور ہوگا۔ مثلاً: ”عامل الصديق معاملة اخيك“۔ (تم دوست کے ساتھ اپنے بھائی جیسا معاملہ کرو)۔

اور وہ اسی وقت معرب ہوگا جب کہ وہ مفرد، کبر اور غیر یاے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ تو اگر وہ تشبیہ یا جمع ہو تو اسے تشبیہ اور جمع کا اعراب دیا جائے گا۔ مثلاً: ”اکرم ابویک، اقتدبصالح أبائك“ (تم اپنے نیک آبا کی اقتدا کرو) ”واعتصم بدوی الاخلاق الحسنة“۔ (تم اچھے اخلاق والے کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو)۔ — [ص: ۳۵]

اور اگر وہ مضاف نہ ہو تو اسے ظاہر حرکات کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا۔ مثلاً: ”هذا اب صالح، اکرم الفم بذئ الكلام“ (تم اپنے منہ کو بری باتوں سے بچاؤ) ”وتمسك بالاخ الصادق“۔ اور اگر وہ یاے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اسے ایسی حرکتوں کے ذریعے اعراب دیا جائے گا جو اس کے آخر پر مقدر ہو، کسرہ مناسبت اس کے ظاہر ہونے سے مانع ہے، مثلاً: ”ابی رجل صالح، اکرم ابی، لزمت طاعة ابی“۔

## اعراب الملحق بالمتنی:

تشبیہ سے ملحق کا اعراب:

”اثنتان و اثنتان“ کو تشبیہ کا اعراب دیا جائے گا۔

اور اسی طرح ”کلا و کلتا“ کو تشبیہ کا اعراب دیا جائے گا، جب کہ وہ کسی ضمیر کی طرف مضاف ہو، مثلاً: ”جاء الرجلان کلاهما، والمرأتان کلتاهما، رأیت الرجلین کلیهما والمرأتین کلتیهما، ومررت بالرجلین کلیهما والمرأتین کلتیهما“ تو اگر وہ غیر ضمیر کی طرف مضاف ہو تو اسم مقصور کا اعراب دیا جائے گا، ایسی حرکتوں کے ذریعے جو حالت رفع، نصبی اور جری میں الف پر مقدر ہو، مثلاً: ”جاء کلا الرجلین، وکلتا المرأتین، رأیت کلا الرجلین وکلتا المرأتین، ومررت بکلا الرجلین وکلتا المرأتین“۔

حرکت کے ذریعہ معرب اس کی چار قسمیں ہیں: اسم مفرد، جمع مکسر، جمع مونث سالم۔ اور غیر منصرف۔

اور وہ ضمہ کے ذریعہ مرفوع، فتح کے ذریعہ منصوب اور کسرہ کے ذریعہ مجرور ہوگا، سوائے جمع مونث سالم کے، تو وہ فتح کے بدلے کسرہ کے ذریعہ منصوب ہوگا، جیسے: ”اکرمت الفتیات المجتهدات“ (میں نے محنتی دوشیزاؤں کی تعظیم کی) اور وہ اسم جو غیر منصرف ہو، تو وہ کسرہ کے بدلے فتح کے ذریعہ مجرور ہوگا، جیسے: ”مال الفقیر القانع بافضل من الغنی الشاکر“ (قناعت کرنے والا فقیر شکر گزار مال دار سے افضل نہیں ہے)

اور حرکات اسم کے آخر پر ظاہر ہوتے ہیں، اگر وہ (اسم) صحیح الآخر ہو، یا جو اس کے قائم مقام یاے متکلم کی طرف مضاف نہ ہو۔ جیسے: ”الحق منصور“ ”الدلو ممتلی“ تو اگر وہ معتل آخر ہو الف کے ذریعہ (یعنی معتل الفی ہو)، یا یاے متکلم کی طرف مضاف تو اس کے آخر پر دشواری کی وجہ سے تینوں حرکتیں مقدر ہوں گی، جیسے: ”ان الهدی منی الفتی“ (بے شک ہدایت نوجوان کی آرزو ہے) ”ولدی فلذة کبدی“۔ (میرا لڑکا میرے جگر کا ٹکڑا ہے) — [ص: ۳۴]

اور اگر یا کے ذریعہ معتل آخر ہو (یعنی اس کے آخر پر ضمہ اور کسرہ مقدر ہوتا ہے جیسے: ”حكم القاضي علی الجانی“ (قاضی نے ظالم کے خلاف فیصلہ کیا) لیکن فتح کو اس کی خفت کی وجہ سے یا پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے: ”اجیبوا لداعی الی الخیر“۔ (خیر کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو)۔

## [المعرب بالحروف من السماء:]

حروف کے ذریعہ اسماء:

حروف کے ذریعہ معرب اس کی تین قسمیں ہیں: ۱- تشبیہ ۲- جمع مذکر سالم ۳- اسماء ستہ۔

تو تشبیہ الف کے ذریعہ مرفوع ہوگا، مثلاً: ”افلح المجتهدون“ اور یاے ماقبل مفتوح کے ذریعہ منصوب اور مجرور ہوگا۔ مثلاً: ”اکرمت المجتهدین، واحسنت الی المجتهدین“۔

اور بعض عرب حالت رفعی، نصبی اور جری میں تشبیہ کے ساتھ الف لازم قرار دیتے ہیں۔ اور وہ بنو الحارث بن کعب، خثعم، زبید، کنانہ اور دوسرے لوگ ہیں۔ تو وہ کہتے: ”جاء الرجلان، رأیت الرجلان، مررت بالرجلان“۔ اسی پر شاعر کا قول:

[ان ابلها و ابا اباها ...☆... قد بلغا فی المجد غایتها]

ترجمہ: بے شک اس کے باپ اور اس کے دادا دونوں بزرگی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

## قول الآخر:

[وكان لنا ابو حسن علي ...☆... أبا بڑا ونهن له بنين]

ترجمہ: اور ہمارے ابو حسن علی نیک باپ ہیں اور ہم ان کے بیٹے۔

اور اس جمع کو جمع کا اعراب دیا جانا جائز ہے جب کہ اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جائے، تو تم کہو گے: ”جاء عابدون

وزیدون، رأیت عابدین و زیدین، مررت بعابدین و زیدین“۔

اور تنوین کے ساتھ ”واو“ اور ”نون“ کا لازم ہونا جائز ہے۔ اور تنوین حرکتوں کے ساتھ اعراب کا۔ تو ہم کہیں گے:

”جاء زیدون، رأیت زیدونا، مررت بزیدون“ اور ”واو“ اور ”نون“ کا بغیر تنوین کے ساتھ لازم ہونا جائز

ہے۔ اور اسے ”ہارون“ سے تشبیہ دیتے ہوئے غیر منصرف کا اعراب دیا جائے گا۔ تو وہ اس کے قائم مقام ہوگا۔ اور وہ علمیت

اور شبہ عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔ تو ہم کہیں گے: ”جاء عابدون و حمدون و خلدون و زیدون،

رأیت عابدون، مررت بعابدین“ جیسا کہ ہم کہتے ہیں: ”جاء ہارون، رأیت ہارون، مررت

بہارون“۔

## [اعراب الملحق بجمع المونث السالم:]

جمع مونث سالم سے ملحق کا اعراب:

”اولات“ کو جمع مونث سالم کی طرح، حالت رفعی میں ضمہ کے ذریعے اور حالت نصبی اور جری میں کسرہ کے ذریعے

اعراب دیا جائے گا۔

قال الله تعالى: [وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمَلٌ] [الطلاق/۶] (اور اگر (۲۲ حمل والیاں ہوں) اور تم

کہتے ہو: ”اولیات الاخلاق الطيبة محبوبات“ (اچھی اخلاق والی پسندیدہ ہیں) ”وارجع الخیر من

اولات الحیاء والصلاح والعلم“ (تم حیاء پاک دامن اور علم والیوں سے بھلائی کی امید رکھو)

اور اس جمع کا نام رکھا جائے۔ تو اسے جمع کا اعراب دیا جائے گا۔ تو تم کہو گے۔ ————— [ص: ۳۷]

”هذه اذرعاع و عرفات، رأیت اذرعاع و عرفات و سافرت الی اذرعاع بعرفات

“یہی فصیح ہے۔

قال الله تعالى: ﴿فَإِذَا أَفْضُتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ﴾ [البقرہ/۱۹۸] (تو جب عرفات سے پلٹو)

کلا وکلتا: یہ دونوں ایسے اسم ہیں جن کی اضافت لازم ہے۔ اور وہ دونوں لفظاً مفرد ہے اور معاً تثنیہ

ہے، اور اسی وجہ سے ان دونوں کی خبر اس کے ذریعہ لانا جائز ہے جو ضمیر مفرد پر محمول ہو، ان دونوں کے لفظ کے اعتبار سے، اور ضمیر

تثنیہ پر محمول ہو ان دونوں کے معنی کے اعتبار سے، تو تم کہو گے: ”کلا الرجلین عالم، وکلاهما عالمان“۔

اور وہ دونوں شاعر کے قول میں جمع ہیں:

[كَلَاهُمَا حَيْنٌ جَدًّا الْجَزْيُ بَيْنَهُمَا ...☆... قَدْ أَفْلَعَا، وَكَلَا أَنْفِيَهُمَا رَابِي]

ترجمہ: جب ان دونوں کے درمیان لڑائی بڑھی تو ان دونوں نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا اور ان دونوں کے ناک منہ

پھول گئے۔

مگر لفظ کا اعتبار زیادہ ہے، اور اسی پر قرآن کریم نازل ہوا ہے، قال الله تعالى: ﴿كَلِمَاتُ الْجَنَّتَيْنِ أَتَتْ أَكْلَهُمَا﴾ [البقرہ/۳۳] (دونوں باغ اپنے پھل لائے) اور نہیں فرمایا: ”اتتا“۔

## [اعراب الملحق بجمع المذكر السالم:]

جمع مذکر سالم سے ملحق کا اعراب:

ملحق بجمع مذکر سالم کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیا جائے گا۔ اور یہ وہ ہے جس کو اس جمع پر خلاف قیاس جمع بنایا گیا ہے۔

تو ”بنین، سنین، عضین اور ثبین“ اور اس کے مشابہ میں جمع کا اعراب دیا جائے گا۔ اور یہی فصیح ہے، تو کہا

جاتا ہے: مَرَّتْ عَلَيَّ سَنُونَ، اغْتَرَبْتُ سَنِينَ (میں نے کئی سال غیرت میں گزاری) ————— [ص: ۳۶]

”وَأَنْجَزْتُ هَذَا الْعَمَلُ فِي سَنِينَ“۔ (میں نے اس کام کو کئی سالوں میں مکمل کیا) قال الله

تعالى: ﴿الرَّبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُونَ﴾ [الصفت/۱۶۹] (کیا تمہارے رب کے لئے بیٹیاں ہیں،

اور ان کے بیٹے) اور اس سے تنوین کے ساتھ ”یا“ کا لازم ہونا جائز ہے، اسے ”حین“ سے تشبیہ دیتے ہوئے تو

حالت رفعی میں ضمہ کے ذریعہ، حالت نصبی میں فتح کے ذریعہ اور حالت جری میں کسرہ کے ذریعہ اعراب دیا جائے

گا، تم کہتے ہو: ”مرت علی سنین کثیرہ“ مکثت مغترباً سنینا کثیرہ، أو ثمانی

سنین“۔ اور اسی پر شاعر کا قول:

[لعین بنا شيبا و شيبنا مرراً ...☆... دعانی من نجد، فإن سنينه]

ترجمہ: تم نجد کی بات چھوڑ دو کیوں کہ اس کی قحط سالی نے ہمارے ساتھ بڑھاپے کا کھیل کھیلایا اور ہمیں بوڑھا بنا دیا حالانکہ

ہم نوجوان ہیں۔

اور اس میں دو مذہب ہیں:

**پہلا** یہ کہ اُسے غیر منصرف کا اعراب دیا جائے گا۔ علیت اور تانیث کی وجہ سے تو وہ ضمہ کے ذریعہ مرفوع اور فتح کے ذریعہ منصوب اور مجرور ہوگا۔ تو تم کہو گے: ”ہذہ عرفات، رات عرفات، مررت بعرفات“۔

**اور دوسرا** یہ کہ ضمہ کے ذریعہ مرفوع اور کسرہ کے منصوب اور مجرور ہوگا۔ جمع مونث سالم کی طرح مگر یہ کہ اس سے تنوین زائل کر دی جائے گی۔ تو تم کہو گے: ”ہذہ اذرعَات، دخلت اذرعَات، عرجت علی اذرعَات“ (میں اذرعَات پر ٹھہرا)

اور امرؤ القیس کا قول ہے:

[تنورتها من اذرعَات واهلها ☆... یثرب، ادنیٰ دارها نظرٌ عالی]

ترجمہ: میں محبوبہ کی آگ کو اذرعَات سے دیکھا جب کہ وہ یثرب میں جو اذرعَات کے شہر سے زیادہ قریب ہے۔ تب تو یہ دور کا دیکھنا ہوا۔

**بالاوجه الثلاثة:** تنوین وجہوں کے ساتھ، تاکہ تنوین کے ساتھ، تاکہ کسرہ بغیر تنوین کے اور تاکہ فتح بغیر تنوین کے۔

## اعراب المعتل الآخر:

**معتل آخر کا اعراب:** الف پر دشواری کی وجہ سے تنوین حرکتیں مقدر ہوتی ہیں۔ جیسے: یھوی الفتی الھدی للعلی (نوجوان بلندی کے لیے ہدایت سے محبت کرتا ہے)

**معنی التعذر:** تعذر کا معنی یہ ہے کہ علامات اعراب کو کبھی ظاہر نہیں کیا جاسکے۔ ”واو“ اور ”یا“ پر ثقالت کی وجہ سے اور ضمہ اور کسرہ مقدر ہوتا ہے۔ مثلاً: ”یقضی القاضی علی الجانی“ (قاضی ظالم کے خلاف فیصلہ کرتا ہے) ”یدعوا الداعی الی نادى“۔ (داعی محفل کی طرف مدعو کرتا ہے)

**اما حالة النصب:** رہا حالت نصب تو اس لیے کہ فتح کو اس کی خفت کی وجہ سے ”واو“ اور ”یا“ پر ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً: ”لن ادعوا العاصی“

**معنی الثقل:** ثقالت کا معنی یہ ہے کہ ”واو“ اور ”یا“ پر ضمہ اور کسرہ کا ظاہر ہونا ممکن ہو تو تم کہو گے: ”یقضی القاضی علی الجانی، یدعوا الداعی الی النادی“

لیکن یہ ثقل اور ناپسندیدہ ہے۔ تو اس وجہ سے وہ دونوں مخدوف اور مقدر مانے جاتے ہیں۔ یعنی وہ دونوں ذہن میں ملحوظ ہوتے ہیں۔

## [اعراب المضاف الیاء المتکلم:] [ص: ۳۸]

**یائے متکلم کی طرف مضاف کا اعراب:** وہ اسم جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اگر وہ اسم مقصور یا منقوص یا تشبیہ یا جمع مذکر نہ ہو تو اسے حالت رفعی اور نصبی میں ضمہ اور فتح کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا۔ جو اس کے آخر پر مقدر ہو، ان دونوں کے ظاہر ہونے سے کسرہ مناسب مانع ہے۔ مثلاً: ربی اللہ، اطیعت ربی“۔

اور حالت جر میں نحو یوں کا اختلاف ہے۔ تو اسے اس کسرہ کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا۔ جو اس کے آخر پر ظاہر ہو۔ جیسے: ”لرمت طاعة ربی“۔ یہ محققین کی ایک جماعت کی رائے ہے۔ انھیں میں سے ابن مالک ہیں۔ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اسے حالت جر میں بھی ایسے کسرہ کے ذریعے اعراب دیا جائے گا۔ جو اس کے آخر پر مقدر ہو۔ کیوں کہ ان لوگوں کی رائے یہ ہے کہ موجودہ کسرہ علامت جر نہیں ہے۔

اور یہ وہی کسرہ ہے جس کا یائے متکلم نے اسم سے متصل ہونے کے وقت تقاضہ کیا اور کسرہ جر مقدر ہے۔ اور اس تکلف کا کوئی باعث نہیں اگر اسم مقصور یا یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ تو اس کا ”الف“ علی حالہ باقی رہے گا۔ اور اسے ایسے حرکات کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا جو الف پر مقدر ہو۔ جیسا کہ اسے یائے متکلم سے متصل ہونے سے پہلے اعراب دیا جاتا تھا۔ تو تم کہو گے: ”ہذہ عصای، امسکت عصای، توکأت علی عصای“ اور اگر اسم منقوص ہو، تو اس کی یایائے متکلم ہی میں مدغم ہو جائے گی۔ اور اسے حالت نصب میں ایسے فتح کے ذریعے اعراب دیا جائے گا۔ جو اس کے آخر پر مقدر ہو۔ فتح ظاہر ہونے سے سکون ادغام مانع ہے۔ تو تم کہو گے۔ ”حدت اللہ معطی الرزق“ (تم نے اللہ کی حمد و ثنائیاں کی جو مجھے رزق عطا کرتا ہے)

اور اسے حالت رفعی اور جری میں ایسے ضمہ اور کسرہ کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا۔ جو ”یا“ پر مقدر ہوگا۔ اولاً ان دونوں کے ظاہر ہونے سے ثقالت مانع ہے۔ اور ثنائیاں سکون ادغام، تو تم کہو: ”اللہ معطى الرزق“ ”شکرت لمعطى الرزق“۔

اور اگر تشبیہ ہو تو اس کا ”الف“ علی حالہ باقی رہے گا۔ \_\_\_\_\_ [ص: ۳۹]

مثلاً: ”هذان کتابای“ لیکن اس کی ”یا“ حالت نصبی اور جری میں یائے متکلم میں مدغم ہو جائے گی۔ مثلاً: ”علم الاستاذ ولدی بین یدی“ (استاذ نے میرے دونوں لڑکوں کو میرے سامنے سکھایا) اور جمع مذکر سالم ہو تو اس کا ”واو“ ”یا“ سے بدل جائے گا۔ اور یائے متکلم میں مدغم ہو جائے گا۔ مثلاً: معلمی یحبون ادبی“ — لیکن اس کی ”یا“ تو وہ بھی یائے متکلم میں مدغم ہو جائے گی۔ مثلاً: ”اکرمت معلمی“ اور تشبیہ اور جمع مذکر سالم جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اسے حروف کے ذریعہ اعراب دیا جائے گا، جیسا کہ اسے یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے سے پہلے اعراب دیا جاتا تھا۔



## اعراب المحکی:

### الحکایة: حکایت: لفظ کو اسی طریقے پر لانا جیسا کہ مسموع ہو۔

اور وہ خواہ کلمہ کی حکایت یا جملہ کی حکایت ہو۔ اور لفظ کے اعتبار سے ان دونوں کی حکایت بیان کی جاتی ہے۔ مگر یہ کہ غلطی ہو، تو غلطی پر تنبیہ کرتے ہوئے معنی کے ذریعہ حکایت متعین ہوگی۔

### فحکایة الکلمة: تو کلمہ کی حکایت جیسے کہا جاتا ہے: ”کتبت: “یعلم“ ای کتبت

هذا الکلمة“ تو ”یعلم“ اصل میں فعل مضارع ہے۔ عامل ناصب وجازم سے خالی ہونے کی وجہ مرفوع ہے۔ اور وہ یہاں محلی ہے، تو وہ ”کتبت“ کا مفعول بہ ہے اور اس کا اعراب تقدیری ہوگا۔ حکایت کی حرکت اس کے ظاہر ہونے سے مانع ہے۔

واذا قلت: اور جب تم کہو: ”کتبت“ ”فعل ماضی“ تو وہ یہاں محلی ہے۔ اور وہ مبتدا اور مقدر ضمہ کے ذریعہ مرفوع ہے۔ حرکت حکایت اس کے ظاہر ہونے سے مانع ہے۔

واذا قبل لك: اور جب تم سے کہا جائے، کہ تم اپنے قول: ”رأيت سعيداً“ میں سعید کو اعراب دو۔ تو تم کہو گے۔

سعیداً مفعول بہ، تم لفظ کی حکایت بیان کر رہے ہو اور اس کو منصوب لارہے ہو۔ باوجود کہ تمہارے کلام میں ”سعیداً“ مبتدا ہے۔ اور اس کی خبر تمہارا قول: ”مفعول بہ“ مگر یہ کہ وہ ایسے ضمہ کے ذریعہ مرفوع ہے۔ جو اس کے آخر پر مقدر ہے۔ حرکت حکایت اس کے ظاہر ہونے سے مانع ہے۔ یعنی کلام میں واقع ہونے والے لفظ کا اسی طرح بیان کرنا جیسا کہ وہ واقع ہے۔

### [وقد يحكى العلم بعد “من” استفهامية:]

کبھی ”من“ استفہامیہ کے بعد علم کی حکایت بیان کی جاتی ہے۔ اگر وہ حرف عطف سے پہلے نہ ہو۔ جیسے: کہ تم کہتے ہو۔ ”رأيت خالداً“ تو قائل کہے گا: ”من خالداً“ تو اگر حرف عطف اس سے پہلے نہ ہو تو اس کی حکایت جائز نہیں ہوگی۔ بلکہ تم کہو گے: ”من خالداً“۔

### وحکایة الجملة کان تقول:

اور جملہ کی حکایت جیسے تم کہتے ہو: ”قلت.“ ”لا اله الا الله“ سمعت ”حي على الصلاة“ قرائت ”قل هو الله احد“ کتبت: ”اقسم كما أمرت“ تو یہ جملے محلی ہیں۔ اور اس کا فعل ماقبل فعل کے ذریعہ منصوب ہے۔ تو اس کا اعراب محلی کا اعراب ہے۔

### وحکم الجملة ان تكون مبنية:

اور جملہ کا حکم مبنی ہونا ہے، تو اگر اس پر کوئی عامل مسلط کر دیا جائے۔ تو اس کا محل رفع یا نصب یا جر ہے عامل کے مطابق۔ ورنہ تو اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

## اعراب المسمیٰ به: — مسمیٰ به کا اعراب:

اگر کسی مبنی کلمہ کے ذریعے کسی کانام رکھا جائے۔ تو تم اس کو اعلیٰ عالم باقی رکھو گے اور اس کا اعراب تینوں حالتوں میں مقدر ہوگا۔ تو تم کسی آدمی کا نام ”رب“ یا ”جيث“ یا ”من“ رکھ دو۔ تو تم کہو ”جاء ربّ“ اکرم، احسنّت الی من“۔ [ص: ۴۰]

تو اعراب کے حرکات اس کے آخر پر مقدر ہیں: بنائے اصلی کی حالت اس کے ظاہر ہونے سے مانع ہے۔

### وكدان سمیت بجملة:

اور اسی طرح اگر کسی جملہ کے ذریعہ نام رکھو۔ جیسے: تابط شراً، جاء الحق۔ تو وارد ہونے والے اعراب کے لیے تم اس کو نہیں بدلو گے، تو تم کہو گے: ”جاء تابط شراً، اکرم، جاء الحق“ اور وارد ہونے والا اعراب اعراب مقدر ہوگا۔ اعراب اصلی کی حرکت کے ظاہر ہونے سے مانع ہے۔

## الفصل الثانی: الاسم الممنوع من الصرف

### فصل ثانی: غیر منصرف اسم کے بیان میں ہے

وہ اسم جو غیر منصرف ہو (اور اسے ممنوع من الصرف، غیر منصرف اور متمکن اور متمکن غیر اکن بھی کہا جاتا ہے) اس میں نوعتوں میں سے دو فرعی ہوتی ہے، یا ان میں سے ایک ہوتی ہے جو دو کے قائم مقام ہو۔

**وحکمة:** اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے تنوین کا لاحق ہونا جائز نہیں اور نہ کسرہ کا۔ جیسے: قولہ تعالیٰ: ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ [النساء/ ۱۶۳] اور دوسری جگہ ﴿يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحْرُوبٍ وَمَتَشِين﴾ [سبا/ ۱۳] (اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل (ف ۳۱) اور تصویریں)

### [والعلل التسع هي: — اور نو علتیں یہ ہیں:]

[(۱)۔ جمع (۲)۔ تانیث (۳)۔ عدل (۴)۔ وصف (۵)۔ ترکیب (۶)۔ معرف (۷)۔ عجمہ (۸)۔ وزن فعل

(۹)۔ الف نون زائد تان]

**وهو على نوعين:** اور اس کی دو قسمیں ہیں: [۱]۔ ایسی قسم جو ایک سبب کی وجہ سے غیر منصرف ہو [۲]۔ ایسی

قسم جو دو سبب کی وجہ سے غیر منصرف ہو۔

تو یہ سبب کی وجہ سے غیر منصرف وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف تانیث مدوہ ہو، جیسے: صحراء، عذراء، ذکر یاء۔ یا الف مقصورہ ہو۔ جیسے: حبلی، ذکری، جوحی۔ یا انتہی المجموع کے وزن پر ہو۔ جیسے: مساجد، دراهم، مصابیح اور عصفیر۔

اور اس میں انتہی المجموع کے وزن پر جمع ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ ہر وہ اسم ہے جو اس صیغہ پر آئے۔ اگرچہ وہ مفرد ہو، تو وہ غیر منصرف ہوگا جیسے: سراویل، طباشیر، شراحیل۔ [ص: ۴۱]

## والفرق بین الفی التانیث:

اور تانیث کے دونوں الفوں کے مابین فرق یہ ہے کہ الف تانیث مدوہ وہ کلمہ کے آخر میں تانیث کے لیے الف زائد ہو، اس کے بعد ہمزہ ہو، جیسے: صحراء، حمراء، سوداء۔

اور الف تانیث مقصورہ: وہ کلمہ جس کے آخر میں تانیث کے لیے الف زائد ہو۔ لیکن اس کے بعد ہمزہ نہ ہو۔ جیسے: حبلی، عطشی، دنیا۔

اور دو سبب کی وجہ سے غیر منصرف یا تو علم ہوگا یا صفت

## العلم الممنوع من الصرف:

غیر منصرف علم: اور علم سات جگہوں میں غیر منصرف ہوتا ہے۔

[۱]۔ پہلا یہ کہ علم مونث ہو خواہ مونث بالتا ہو جیسے: فاطمة، عذرة، طلحة۔ یا مونث معنوی ہو۔ جیسے: سعاد، زینب، سقر، بطی۔ مگر جو ثلاثی ساکن الاوسط عجمی ہو جیسے: دعد، ہند، جہل۔ تو اس کا غیر منصرف اور منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے۔

مگر یہ کسی مذکر سے منقول ہو، جیسے: کہ تم کسی عورت کا نام ”قیس یا سعاد“ رکھو تو تم اس کو وجوبی طور پر غیر منصرف پڑھو گے۔ اگرچہ ساکن الاوسط ہو۔ تو اکثر ثلاثی ساکن الاوسط عجمی ہو تو اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے جیسے: ماہ، جور، حنص، بلخ، نیس، دوز۔

اور جب ”سعاد، زینب، عقرب، عنکبوت“ کے مثل سے کسی مذکر کا نام رکھو یعنی ان اسماء سے جو وضعی طور پر مونث ہو اور تین حروف پر زائد ہو تو تم اس کو علمیت اور تانیث اصلی کی وجہ سے غیر منصرف پڑھو گے۔ اگر وہ تین حرف پر ہو جیسے: رعد، عنق۔ تو تم اس کو منصرف پڑھو گے۔ اور اگر تانیث عارضی ہو جیسے: دلال، رباب، ودار۔ مونث کے علم ہونے کی حالت میں تم اس کو غیر منصرف پڑھو گے۔ تو اگر اس کے ذریعہ کسی مذکر کا نام رکھو تو اس کو منصرف پڑھو۔ کیونکہ وہ اصل میں مذکر ہیں۔ دلال، ودار۔ مصدر ہیں اور ”رباب“ سفید بادل کے معنی میں ہے۔ اور اس کے ذریعہ عورت کا نام رکھ دیا گیا

ہے۔ لیکن اگر ان صفات میں سے کسی صفت کے ذریعہ کسی مذکر کا نام رکھو جو ”تا“ سے خالی مونث ہے تو تم اس کو منصرف پڑھو گے۔ جیسے: کہ تم کسی آدمی کا نام ”مرضع، یا متیم“ رکھو اور کوئی اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں۔

## اسماء القبائل مؤنثة: [ص: ۴۲]

اسماء قبائل مونث ہیں اور تمہارے لیے اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ اس کا غیر منصرف پڑھنا۔ اس اعتبار سے کہ وہ مونث کے اعلام ہیں۔ جیسے: رأیت تمیم، تعنی القبيلة، ”جب کہ قبیلہ مراد ہو“ اور تمہارے لیے اس کا منصرف پڑھنا جائز ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہاں مضاف مخذوف ہے جیسے: رأیت تمیم، تعنی بنی تمیم۔ تو تم نے مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کر دیا۔ تو اگر تم کہو گے۔ ”جاء بنو تمیم“ تو تم ”تمیم“ کو ایک قول کے مطابق منصرف پڑھو گے۔ کیونکہ تم ”تمیم“ سے ”ابو تمیم“ مراد لے رہے ہو نہ کہ نفس قبیلہ۔

اور ”الف“ اور ”تا“ کے ذریعہ جس کی جمع بنائی جاتی ہے اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جائے جیسے: عرفات، اذرعات، تو اس کو غیر منصرف اور منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے اور اس کا اعراب اس کی اصل کی طرح ہے۔ اور یہی فصیح ہے۔

وماکان: اور جو ”افعال“ کے وزن پر مونث کا علم ہو۔ جیسے: حذام، قطام، رقاش، سحاح، بار، سفار، حضار۔ تو ان اسماء میں عرب کے لیے تین لغات ہیں:

﴿۱﴾۔ الأول: اہل حجاز کی لغت۔ تو وہ لوگ اس کو تمام حالتوں میں مبنی بر کسر پڑھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: قالت حذام، سمعت حذام، وعیت قول حذام۔ (میں نے حذام کی بات کو جمع کیا)۔ قال الشاعر:

[اذ قالت حذام فصدّقوها...☆...فان القول ما قالت حذام]

ترجمہ: جب حذام کہے تو تم اس کی تصدیق کرو۔ کیونکہ بات وہی درست ہے جو حذام کہے۔

﴿۲﴾۔ الثانیہ: دوسری بعض بنی تمیم کی لغت۔ اور وہ اس کو مطلقاً غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ علمیت اور تانیث کی وجہ سے۔ جیسے: طلعت حضار، رأیت حضار، هدیت فی السفر بحضار۔

﴿۳﴾۔ الثالثة: تیسری جمہور کی لغت۔ وہ ان کے درمیان تفصیل بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان میں سے ”ر“ والے کو مبنی بر کسر مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہذہ سفار، رأیت سفار، مررت بسفار۔ اور ان میں غیر ”ر“ والے کو علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف مانتے ہیں۔

(۱)۔ اور بعض علماء اس کو علمیت اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف مانتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ یہ اسماء ”حاذمة، فاطمة، رافسة، ساجحة، وابرة، سافرة“ اور حاضرة سے معدول ہے۔ اور اس کو علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ماننا زیادہ بہتر ہے۔ [ص: ۴۳]

مندرج ہوں گے۔ معروف ہو یا مجہول۔ جیسے: ”اَجْتَنَّبَ ، اُجْتَنَّبَ“ مگر جو ”فَاعَلَ يُفَاعِلُ“ کے صیغے سے امر کے وزن پر آئے جیسے: ”صَالِح“ علم کی حالت میں تو وہ منصرف ہے، تو اعلام میں سے جو ایسے وزن پر آئے جو فعل کے ساتھ خاص ہو۔ تو آپ اس کو غیر منصرف پڑھیں گے۔

[۲]- ان یکون علماً عجمیا: دوسرا یہ کہ علم عجمی ہو تین حروف پر زائد ہو۔ جیسے: ابرہیم ، اسمائیل ، اسحاق ، یعقوب۔ اور وہ اس وقت غیر منصرف ہے جب کہ اس کی علمیت لغت عجم میں ہو۔ لہذا اگر وہ لغت عجم میں اسم جنس ہو جیسے: بلعام ، فرند ، فیروز۔ وغیرہ جو لغت عجم میں ہو کر مستعمل نہیں ہے۔ تو وہ منصرف ہو گا اگر اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جائے۔

اور اس میں تین حرف پر ہو وہ منصرف ہو گا۔ خواہ وہ متحرک الاوسط ہو جیسے: مَلِكٌ۔ یا ساکن الاوسط ہو جیسے: نوح، لوط ، ہود ، شیث۔

**وقیل:** اور ایک قول یہ ہے کہ جو متحرک الاوسط ہو وہ غیر منصرف ہو گا، اور جو ساکن الاوسط ہو وہ منصرف ہو گا۔

وقیل: اور ایک قول یہ ہے کہ جو ساکن الاوسط ہو وہ منصرف اور غیر منصرف دونوں ہو گا۔ اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور ان تمام صورتوں میں منصرف وہی ہے جس پر نحوی محققین نے اعتماد کیا ہے۔

### [۳]- ان یکون علماً موازناً للفعل:

تیسرا یہ ہے کہ علم فعل کا ہم وزن ہو اور اس کے مابین کوئی فرق نہیں کہ خواہ وہ فعل سے منقول ہو۔ جیسے: یشکر ، یذید ، شمر۔ یا ایسے اسم سے منقول ہو جو فعل کے وزن پر ہے، جیسے: زُئِلَ ، استبرق ، السعل۔ جب کہ اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جائے۔

### والمعتبر فی المنع:

غیر منصرف میں وہ وزن معتبر ہے جو فعل کے ساتھ خاص ہو، یا فعل میں غالب ہو، لیکن وہ وزن جو اسم میں غالب ہے اور اس میں زیادہ ہے۔ تو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔ اگرچہ فعل میں اس کا مشارک ہو، وہ اس طور پر کہ اسم ”فَعَلَ“ کے وزن پر ہو جیسے: حَسَنَ ، رَجَبَ ، یا ”فَعِلَ“ کے وزن پر ہو۔ جیسے: كَتَبَ ، حَضَرَ۔ یا ”فُعَلَ“ کے وزن پر ہو جیسے: ”عُضِدَ“ یا ”فاعَلَ“ کے وزن پر ہو جیسے: صَالِحَ یا ”فَعَّلَلَ“ کے وزن پر ہو جیسے: جَعْفَرَ۔ تو جو اس وزن پر ہے اگر اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جائے تو وہ منصرف ہو گا۔

### والمراد بالوزن المختص بالفعل:

مختص بالفعل وزن سے مراد یہ ہے کہ وہ اس حیثیت سے ہو کہ اسمائے عربیہ میں اس کے لیے کوئی نظیر نہ ہو اور اگر پایا جائے تو وہ نادر ہو اس کا اعتبار نہیں۔ جیسے: ”ذُئِلَ“ کے مثل جو ماضی مجہول کے صیغہ پر ہے لیکن وہ اسمائے نادر ہے۔ تو اس کی ندرت مانع نہیں ہوگی کہ یہ وزن خصائص فعل سے ہے اور اس میں وہ مندرج ہو جو اس ثلاثی ماضی مجہول کے صیغہ پر آئے جس میں تعلیل اور ادغام نہ کیا گیا ہو۔ جیسے: ”کَتَبَ“ جب کہ اس ذریعہ کسی کا نام رکھا جائے اور اس میں افعال مزید فیہ کے بھی تمام صیغے

### والمراد بالوزن الذی یغلب فی الفعل:

اور فعل میں غالب وزن سے مراد یہ ہے کہ وہ افعال میں اسما سے زیادہ استعمال ہوتا ہو۔ تو وزن کا غلبہ فعل میں وزن کو اسم سے زیادہ فعل کے حقدار اور لائق بنادے گا۔ اور اس میں وہ مندرج ہو گا جو ثلاثی مجرد کے صیغہ امر پر آئے۔ اس طور پر کہ کسی آدمی کا نام ”اُمْدُ یا اَصْبَحَ ، یا اَبْلَمَ“ رکھ دو، کیوں کہ وہ تمھارے قول ”اِجْلِسَ ، اِفْتَحَ ، اور اُنْصِرَ“ کا ہم وزن ہے اور اس میں جو ثلاثی مجرد کے صیغے پر ہو جس کے شروع میں علامت مضارع میں سے کوئی حرف زائد ہو۔ مثلاً: ”اُحْمَدُ ، یشکر، یغلب“ اعلام کی حالت میں سے جو ایسے وزن پر ہو جو جو فعل میں غالب ہے تو تم اس کو بھی غیر منصرف پڑھو گے۔

### فوائد: [۱]- جو فعل کے وزن پر ہو اس کے ذریعہ کسی کا نام رکھا جائے تو اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱)- ایسی قسم جو اسم سے منقول ہو جیسے: ذُئِلَ ، استبرق — (۲)- ایسی قسم جو صفت سے منقول ہو۔ جیسے: احمَر۔ ازرق۔ (۳)- ایسی قسم جو فعل سے منقول ہو۔ جیسے: یشکر، یزید۔ اور ان میں سے ہر ایک کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے وزن پر ہو جو مختص بالفعل ہو جیسا کہ گزرا۔ اور بعض علما جیسے: عیسیٰ بن عمرو جو غلیل اور سیبویہ کے شیخ ہیں۔ اور ان کے متبعین۔ فعل سے منقول علم کو مطلقاً غیر منصرف مانتے ہیں۔ اگرچہ وہ وزن اسمائے غالب ہو، اس طور پر کہ تم کسی آدمی کا نام ”کَتَبَ ، یا حَمْدُ ، یا ظَرْفُ ، یا حَوْقَلُ“ رکھ دو۔ اور اس کے علاوہ کو منصرف مانتے ہیں خواہ وہ اسم سے منقول ہو۔ جیسے: رَجَبُ یا صَفْتُ سے جیسے: حَسَنُ اور ان کا قول درستی سے دور نہیں۔ اگرچہ جمہور نے اس کی مخالفت کی ہے اور ان میں آگے ان کے شاگرد سیبویہ ہیں۔ کیوں کہ فعل سے نقل کرنا اسم یا صفت سے نقل کرنے کی طرح نہیں ہے۔ تو فعل کے غیر منصرف ہونے میں ایک قوت ہے۔

[۲]- فعل سے منقول علم کے ساتھ غیر منصرف اسما جیسا معاملہ کرنا جائز ہے تو تم اس کو ضمہ کے ذریعہ رفع۔ فتح کے ذریعہ نصب اور جردو گے۔ اور اس کے ساتھ جملہ محلیہ جیسا معاملہ کرنا جائز ہے۔ تو اگر اصل نقل میں اس بات کی رعایت کی گئی ہو کہ وہ فعل سے منقول ہے ضمیر سے خالی ہو کر۔ تو اسے غیر منصرف کا اعراب دیا جائے گا۔ اور افعال منقولہ میں اس کی اکثریت ہے تو تم کہو گے۔ ”جاء یشکر و شمر، رأیت یشکر و شمر، مررت یشکر و شمر“ اور اگر اس میں اس بات کی رعایت کی گئی ہو کہ وہ جملہ یعنی فعل میں مضمر فاعل کے ساتھ منقول ہے۔ تو اسے جملہ محلیہ کا اعراب دیا جائے گا۔ تو تم اس کو حالت رفعی، نصبی اور جری میں حرکت و سکون کے اعتبار سے علیٰ حالہ باقی رکھو گے۔ کیوں کہ وہ جملہ محلیہ سے منقول ہے۔ تو اس کی حکایت

یہی بیان کی جائے گی جیسا کہ وہ تھا، تو اگر تم کسی آدمی کا نام ”اكتب یا استخراج“ رکھ دو۔ اس اعتبار سے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک ایسا جملہ ہے جو فعل اور فاعل مضمّر پر مشتمل ہے۔ تو تم کہو گے ”جاء يكتب و استخراج، رأيت يكتب و استخراج، مررت بيكتب و استخراج“۔

اور یہ اس فعل سے منقول کے ساتھ جاری ہوگا جس کا وزن اسم میں غالب ہو۔ ایک قول کے مطابق۔ کیوں کہ اس کا عراب محلی کا عراب ہے۔ غیر منصرف کا عراب نہیں۔ اور اس بنیاد پر کہ تم اس کے بارے میں کہو گے جس کا نام ”كتب“ رکھ دو اس (فعل) کے ضمیر کے ساتھ علیت کی طرف منقول کرتے ہوئے ”جاء كتب، رأيت كتب، مررت بكتب“۔

\_\_\_\_\_ [ص: ۴۵]

[۳]۔ وہ افعال جو ہمزہ وصل کے ذریعہ شروع ہو اس کے ذریعہ تم کسی کا نام رکھو۔ تو تم اس کو علیت کی طرف نقل کرنے کے بعد اس کے ہمزہ کو حذف کرو گے، کیوں کہ اس کے ذریعہ نام رکھنے کے بعد وہ اپنے نظائر سے اسما سے ملحق ہوتا ہے۔ تو اگر تم کسی کا ”انصرف، استخراج“ وغیرہ نام رکھو تو تم کہو گے ”جاء انصرف و استخراج“ ہمزہ کے حذف کے ساتھ۔ لیکن وہ اسما جس کے ذریعہ نام رکھا جائے۔ جیسے: ”انطلاق، استخراج“ تو اس کے ذریعہ نام رکھنے کے بعد اس کا حذف نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ علیٰ حالہ باقی رہے گا۔ کیوں کہ اسم میں اس کی نظیر کا ہمزہ موصولہ ہے۔

[۴]۔ یہ کہ ایسا علم ہو جو ترکیب مزجی سے مرکب ہو اور ”وَيْه“ پر ختم نہ ہو۔ جیسے: بعلبك، حضر موت، معدی كرب، قالی قلا۔

[۵]۔ یہ کہ ایسا علم ہو جس میں ”الفون زائدتان“ ہو جیسے: عثمان، عمران۔

[۶]۔ یہ کہ علم معدول ہو اس طور پر کہ وہ ”فَعَلْ“ کے وزن پر ہو تو اسے ”فاعل“ کے وزن سے معدول مانا گیا ہے اور

یہ جیسے: ”عمر، زُفر، زحل، ثعل“ اور وہ ”عامر، زافر، زاحل“ اور ثاعل سے معدول ہے۔ [ص: ۴۶]

اور یہ عدل تقدیری ہے تحقیقی نہیں۔ اور یہ اس لیے کہ نحو یوں نے ان اعلام کو جو ”فَعَلْ“ کے وزن پر ہو غیر منصرف پایا۔ اور وہ تنہا غیر منصرف ہونے میں کافی نہ تھا۔ نحو یوں نے اس کو ”فاعل“ کے وزن سے معدول مان لیا ہے کیوں کہ ”فعل“ کا صیغہ بہت زیادہ ”فاعل“ کے وزن سے معدول ہو کر آیا ہے جیسے: عُدر، فُسق، غادر و فاسق کے معنی ہیں۔

اور اس کے وزن پر جو سنا گیا ہے منصرف جیسے: ”أدر“ تو اس میں عدل کا حکم نہیں لگایا گیا ہے۔

اور جو اس وزن (فعل) پر غیر منصرف مسموع ہے۔ نحو یوں نے اس کو پندرہ (۱۵) شمار کیا ہے۔

\_\_\_\_\_ ☆...☆☆☆...☆ \_\_\_\_\_

[۱]۔ عمر (۲)۔ زفر (۳)۔ زحل (۴)۔ ثعل (۵)۔ حستم (۶)۔ جمع (۷)۔ قُزح (۸)۔ ذُلف

(۹)۔ عصد (۱۰)۔ حُجی (۱۱)۔ سُلع (۱۲)۔ مُضر (۱۳)۔ هبل (۱۴)۔ هذل (۱۵)۔ قثم ]

\_\_\_\_\_ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جوامع الھوامع“ میں اس کو چودہ (۱۴) شمار کیا ہے۔ هذل کے تخفیف کے بعد۔

رہا اس کا معرفہ ہونا تو اس دلیل سے کہ اس کے ذریعہ معرفہ کی تاکید لائی جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس کا معرفہ ہونا ضمیر مؤکد کی طرف مقدر اضافت کے ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ تقدیری عبارت یوں ہے ”جاءت النساء جمیعہن“ اور رہا اس کا معدول ہونا یا تو اس لیے کہ اس کا مفرد ”جمعاء۔ کتعاء، بصعاء اور بتعاء“ تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کی جمع۔ ”جھاوات اور کتعات“ بنائی جائے، کیوں کہ ”فعلاء“ کے وزن پر جو اسم ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کی جمع ”فعلاوات“ کے وزن پر بنائی جائے جیسے: صحرا، صحراوات، لیکن نحو یوں نے اس کو فعلاوات سے ”فَعْل“ کی طرف معدول کر دیا ہے۔

اور اس سے ”جمع، کتعاء، بضع، بتعاء“ ملحق ہوتا ہے۔ اور یہ ایسے اسم ہیں جن کے ذریعہ جمع مؤنث کی تاکید لائی جاتی ہے۔ جیسے: ”جاءت النساء جمع و کتعاء و بضع و بتعاء“ ای جمیعہن، ورأیتھن جمع و کتعاء و بضع و بتعاء، مررت بہن جمع و کتعاء و بضع و بتعاء“ تو وہ معرفہ اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ اور ”سحر“ جو معرفہ اور عدل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ الف لام اور اضافت سے خالی ہو کر اس سے مراد ”سحر یوم بعینہ“ تو وہ صرف ظرف ہوگا۔ جیسے: ”جئْتُ یوم الجمعة سحر“ رہا اس کا معرفہ ہونا۔ تو اس لیے کہ اس کے ذریعہ معین مراد لیا جاتا ہے۔ رہا اس کا معدول ہونا تو اس لیے کہ وہ ”السحر“ سے معدول ہے الف لام کے ذریعہ۔ کیوں کہ تقدیری عبارت یوں ہے ”جئْتُ یوم الجمعة السحر“۔

[۷]۔ ساتویں صورت یہ ہے کہ وہ ایسا علم ہو جس کے آخر میں ”الف“ الحاق کے لیے زائد ہو۔ جیسے: ارطی، زفری۔ جب کہ کسی کا نام رکھو اور ”جعفر“ سے ان دونوں کے وزن کے الحاق کے لیے ”الف“ زائد ہے۔

## [۲]۔ الصیغۃ الممنوعۃ من الصرف: غیر منصرف صفت

صفت تین جگہوں میں غیر منصرف ہوتی ہے:

**الاول:** یہ کہ وہ ”افعل“ کے وزن پر صفت اصل ہو۔ جیسے: احمر، افضل اور اس میں یہ شرط کہ ”تا“ کے ذریعہ اس کی تانیث نہ لائی جاتی ہو۔ تو اگر ”تا“ کے ذریعہ اس کی تانیث لائی گئی ہو تو وہ غیر منصرف نہیں ہوگا۔ جیسے: ارمل۔ کیوں کہ اس کی مؤنث ”ارمیلۃ“ ہے (فقیر) تو اگر وصفت ایسے قسم کو عارض ہو جو ”افعل“ کے وزن پر ہو تو تم اس کو غیر منصرف نہیں پڑھو گے۔ اور یہ جیسے تمہارے قول ”مررت بنساء اربع و رجل ارنب“ میں ”اربع اور ارنب“ تو ”اربع“ اصل

(۲) - آخر، تمہارے قول: ”مررت بنساء آخر“ کے مثل میں قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [بقرہ/۱۸۵]

یہ آخری کی جمع جو ”آخر“ کا مؤنث ہے۔ اور ”آخر“ اسم تفصیل ہے ”افعل“ کے وزن پر مغایر کے معنی میں۔ اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ”مررت بنساء آخر“ کہا جائے جیسا کہ ”مررت بنساء افضل“ کہا جاتا ہے۔ صفت کو مفرد اور مذکر لانے کے ساتھ نہ کہ ”بنساء آخر“ جیسا کہ ”بنساء فضل“ نہیں کہا جاتا ہے صفت کو مفرد اور مذکر لانے کے ساتھ نہ اسے مؤنث، تشبیہ اور جمع نہیں لایا جاتا ہے بلکہ اس کو مفرد و مذکر استعمال کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اس کا موصوف تشبیہ یا جمع، مذکر یا مؤنث ہو، خواہ اس کے ذریعہ معنی تفصیل مراد لیا گیا ہو یا نہ۔ جیسا کہ یہاں اس کی حالت ہے۔ تم کہتے ہو۔ خواہ اس کے ذریعہ معنی تفصیل مراد لیا گیا ہو یا نہ۔ جیسا کہ یہاں اس کی حالت ہے۔ تم کہتے ہو۔ اخلاقك لطيف، ادا بك ارفع، شمائلك احلى۔ لیکن ”آخر“ تو اس کو اس استعمال سے عدول کیا ہے اور پھر انھوں نے اس میں موصوف کے موافق ”آخر و آخران و آخرون آخری و آخریان و آخر“ کہا خلاف قیاس اور قیاس کا یہ تقاضہ ہے کہ تمام میں آخر کہا جائے تو اس کو قیاس سے عدل ماننا اس کے غیر منصرف ہونے میں دو علتوں میں سے ایک علت ہے اور غیر منصرف کے سبب کے لیے ”آخر“ کا عدل ہی خاص ہے کیوں کہ ”آخر“ و صفیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اور آخری الف تانیث کی وجہ سے اور آخران و آخریان و آخرون، معرب بالحروف ہیں۔

### حکم الاسم الممنوع من الصرف: غیر منصرف اسم کا حکم [ص: ۴۹]

غیر منصرف اسم کا حکم یہ ہے کہ اس پر تنوین اور کسرہ نہ آئے۔ اور یہ کہ فتح کے ذریعہ مجرور ہو۔ جیسے: ”مررت بافضل منہ“ مگر جب اس سے پہلے ”الف لام“ ہو یا دوسرے کی طرف مضاف ہو تو کسرہ کے ذریعہ مجرور ہوگا۔ اصل کے مطابق۔ جیسے: احسنت الى الافضل او الى افضل الناس۔ اور کبھی منصرف ہوتا ہے۔ یعنی اسے تنوین دی جاتی ہے اور کسرہ کے ذریعہ جردیا جاتا ہے جب کہ ”الف لام“ پہلے نہ ہو اور نہ مضاف ہو۔ اور یہ ضرورت شعری میں ہوتا ہے۔ جیسے: سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کا قول آپ کا مرثیہ پڑھتے وقت:

ماذا علی من شم تربة احمد — ان لا یشم مدعی الزمان غوالیا  
صُبت علی مصائب لوانها — صبت علی الايام صرن لیالیا

ترجمہ: اس شخص پر کیا ملامت جس نے حضور ﷺ کی قبر انور کو سونگھا کہ وہ زمانے بھر کسی خوشبو کو نہیں سونگھے گا۔  
ترجمہ: مجھ پر آلام و مصائب انڈیل دیے گئے کہ اگر وہ دن پر انڈیل دے جاتے تو وہ رات ہو جاتے۔

میں عدد کا اسم ہے پھر اس کے ذریعہ صفت لائی گئی گویا کہ تم نے کہا۔ بنساء معدوداتِ باربع، ارب، اصل میں خرگوش کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے ذریعہ بزدلی اور رسوائی کا معنی مراد لیا گیا۔ تو ان دونوں کو وصف عارض ہے۔ اسی وجہ سے ان دونوں کے غیر منصرف ہونے میں اثر نہیں ڈالتا ہے۔ [ص: ۴۷]

اور اگر اسمیت صفت کو عارض ہو تو اس کا عروض مضمر نہ ہوگا۔ لہذا وہ غیر منصرف باقی رہے گا۔ جیسا کہ وصفیت کا عروض اسم کے لیے مضمر نہیں۔ تو وہ منصرف ہی رہے گا۔ اور یہ جیسے ”ادھم“ بیڑی کے معنی میں ”اسود“ سانپ کے معنی میں ”ارقم“ جتی دار سانپ کے معنی میں ”ابطح“ پانی کی گزر گاہ جس میں چھوٹی چھوٹی کنکری ہو۔ ”اجر ع“ اس ریشمیلی زمین کو کہتے ہیں جو کچھ نہ اگائے۔ تو یہ غیر منصرف ہیں اگرچہ اس کی طرح مستعمل ہیں کیوں کہ وہ اصل میں صفات ہیں۔ اس لیے نحوی حضرات اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ جو اس پر اسمیت طاری ہے اور بعض لوگ اس کی موجودہ اسمیت کو مانتے ہیں تو وہ اس کو منصرف مانتے ہیں۔

رہا ”الجدل“ شاہین کے معنی میں ”اخیل“ جتی دار پرندے کے معنی میں۔ ”افعی“ سانپ کے معنی میں۔ تو وہ اکثر لغت میں منصرف ہیں کیوں کہ وہ اصل اور حال میں اسم ہیں۔ اور بعض لوگ اس میں وصف کے معنی کا اعتبار کرتے ہیں تو اس کو غیر منصرف مانتے ہیں۔ اور وہ ”اجدل“ میں قوت ہے اور ”اخیل“ میں رنگ برنگ ہونا اور ”افعی“ میں ایذا رسانی۔ اور اسی پر شاعر کا قول:

[كَانَ الْعَقِيلِينَ حِينَ لَقِيْتَهُمْ...☆...فَرَاخَ الْقَطَا لَا قَيْنَ اجْدَلْ بَارِيزَا]

ترجمہ: گویا کہ بنوعقیل جس وقت میں نے ملاقات کی۔ قطا کے چوڑے ہیں جنہوں نے طاقت و باز سے ملاقات کی۔

**الثانی:** دوسرا یہ کہ صفت ”فعلان“ کے وزن پر ہو۔ جیسے: عطشان، سکران۔ اور اس کے غیر منصرف ہونے میں یہ شرط ہے کہ ”تا“ کے ذریعہ اس کی تانیث نہ لائی جاتی ہو۔ تو اگر اس کے ذریعہ تانیث لائی گئی ہو تو وہ غیر منصرف نہیں ہوگا۔ جیسے: ”سیفان“ (بمعنی طویل) ”مضان“ (بمعنی لیم) ”ندمان“ (بمعنی ندیم) کیوں کہ اس کی جمع ”سیفانة، مضانة، ندمانة“ ہے۔

**الثالث:** تیسرا یہ کہ صفت معدول ہو اور یہ اس طور پر کہ صفت دوسرے آخر کے وزن سے معدول ہو۔ اور عدل و صف کے ساتھ دو جگہوں میں پایا جاتا ہے۔ [ص: ۴۸]

(۱) - اعداد جو ”فُعَال یا مَفْعَل“ کے وزن پر ہو جیسے: أحاد، موحد، ثنا، مثنی، ثلاث و مثلث، رباع و مربع۔ اور وہ واحد واحد۔ اثنین و اثنتین سے معدول ہے۔ تو جب تم کہو گے ”جاء القوم مثنی“ تو معنی ”ہم جاءوا اثنین اثنین“ ہوگا۔ اور بعض لوگوں نے کہا۔ عدل اعداد میں عرب سے ”اربع“ تک مسومع ہے۔ مگر نحویوں نے اس کو ”عشرة“ تک شمار کیا ہے۔ اور بہتر یہی ہے کہ وہ واحد اور عشرہ ان دونوں کے مابین مسومع ہے۔

اور اسم منقوص جو غیر منصرف کا مستحق ہے۔ جیسے: جوار و عواش۔ اس کی ”تا“ کو حالت رفعی اور جری میں حذف کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کو تنوین دی جاتی ہے۔ جیسے: جاعت جوار، مررت بجوار، اور اگر تم کسی عورت کا نام ”ناج“ رکھو تو تم کہو گے: جارت ناج۔ و مررت بناج۔

اور جرایے فتح کے ذریعہ جویاے مخذوف پر مقدر ہوتا ہے۔ جیسا کہ رفع ایسے ضمیر کے ذریعہ جویاے مخذوف پر مقدر ہوتا ہے اسی طرح لیکن حالت نصب میں تو ”یا“ مفتوح ہو کر باقی رہتی ہے جیسے: رایت جوار ی و ناجی۔ اور شعر میں اسم منقوص کی یا کا اثبات آیا ہے۔ اس حال میں کہ اس پر فتح ظاہر ہو۔ جیسے فرزدق کا قول:

[فلو كان عبد الله هجوتة ... ☆ ... لكن عبد الله مولى مواليا]

ترجمہ: تو اگر عبد اللہ غلام ہوتا تو میں اس کی ججو کرتا۔ لیکن وہ غلاموں کا غلام ہے۔

اور بعض نحوی حضرات اسم منقوص کو غیر منصرف ثابت کرتے ہیں۔ جب وہ علم ہو، تینوں حالتوں میں تو تم کہتے ہو۔ ”جارت ناجی، و رایت ناجی، مررت بناجی۔“ [ص: ۵۰]

**غیر منصرف اسم منقوص کی تنوین:** یہ جاننا طاہیہ کہ اس اسم منقوص کی تنوین جو غیر منصرف کا مستحق ہے وہ یاے مخذوف کے عوض کی تنوین ہے۔ منصرف کی تنوین نہیں جیسا کہ اسمائے منصرف کی تنوین ہوتی ہے کیوں کہ وہ غیر منصرف ہے۔

**فوائد: (۱)۔** بعض لوگوں نے غیر منصرف کو منصرف پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ مطلقاً خواہ وہ نظم میں ہو یا نثر میں۔ اور یہ اخفش کی لغت ہے اور اس نے کہا: گویا وہ شعر کی لغت ہے۔ کیوں کہ وہ شعر میں مجبور ہوتے ہیں۔ تو ان کی زبانوں پر وہ کلام میں جاری ہو گیا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ضعیف لغت ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔

(۲)۔ جب غیر منصرف علم کو تنکیر عارض ہو اس طور پہ کہ اس کے ذریعہ جس کا نام رکھا گیا اس میں سے واحد غیر معین مراد لیا جائے تو وہ منصرف ہوگا۔ جیسے: جاعنی احمد من الاحمدین و عثمان من العثمانین۔ اور جیسے: رب سعاد و عمران و یزید و یوسف و معدیکرب لقیث، مگر جب وہ صفت سے منقول ہو جیسے: تم کسی کا نام ”احمد اور یقظان“ رکھو کیوں کہ وہ نحو یوں کے مختار قول پر غیر منصرف ہے۔ اور یہ سیبویہ کا مذہب ہے کیوں کہ وصفیت سے علیت کی طرف نقل کرنے سے پہلے وہ غیر منصرف تھا۔ توجب علیت مفقود ہو گئی تو وہ اپنی اصل یعنی غیر منصرف کی طرف لوٹ گیا اس اصل کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اور انہوں نے صفات ممنوعہ کے علاوہ میں ایسا نہیں کیا۔ کیوں کہ علیت کے زائل ہونے سے غیر منصرف کے دو سببوں میں سے ایک سبب ہے صرف ایک سبب بچ جائے گا تو وہ غیر منصرف ہونے میں کافی نہیں ہوگا۔

(۳)۔ کوئی، اخفش اور ابوعلی فارسی نے شاعر کے لیے منصرف کو غیر منصرف بنانا جائز قرار دیا ہے۔ اسی پر **اخل** کا قول:

[طلب الازراق بالکـتائب ... ☆ ... اذھوت بشیب عائلة النفوس غدورا]

ترجمہ: خوارج نے فوجی دستہ کو طلب کیا جب، دھوکہ والی ہلاکت شیب پر آگئی۔

اور عباس بن فرداس کا قول: [ص: ۵۱]

[وما كان حصن ولا حابس ... ☆ ... يفوقان مرداس في مجمع]

ترجمہ: حصن اور حابس مجمع میں مرداس پر فوقیت رکھنے والے نہیں۔

اور اس کو ابن مالک نے پسند کیا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ جیسا کہ ابن ہشام نے کہا: اس کے زیادہ وارد ہونے کی وجہ سے۔ اور ثعلب سے مروی ہے کہ نظم و نثر میں (منصرف) مطلقاً غیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کو علم کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کو منصرف پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ جو منتہی الجوع کے صیغہ پر ہے۔ اور جو ہم نے ذکر کیا اسی پر اقتصار بہتر ہے۔

## المقصد الاول: الاسماء المرفوعة:

**مرفوعات نو ہیں:** [۱]۔ فاعل [۲]۔ نائب فاعل [۳]۔ مبتدا [۴]۔ خبر [۶]۔ افعال مقاربه کا اسم

[۷]۔ حروف مشبہ بلیس کا اسم [۸]۔ انّ اور اس کی اخوات کی خبر [۹]۔ لائے نفی جنس کی خبر

اور یہ مقصد چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

## الفصل الاول

**فاعل:** وہ اسم مرفوع ہے جس کی طرف فعل معروف تام یا شبہ فعل معروف تام کی اسناد کی گئی ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے اور اس پر دلالت کرے جس نے کام انجام دیا یا جس کے ساتھ قائم ہے۔ جیسے: ”فاز المجتهد، السابق فرسة فائز“

تو ”مجتهد“ کی طرف فعل تام معروف کی اسناد کی گئی اور وہ ”فاز“ ہے اور ”فرس“ کی طرف شبہ فعل معروف تام کی اسناد کی گئی اور وہ ”سابق“ ہے تو ”مجتهد“ اور فرس دونوں اس کے فاعل ہیں جس کی طرف فوز اور سبق کی اسناد کی گئی ہے۔ اور شبہ فعل معروف سے مراد اسم فاعل، مصدر، اسم تفضّل، صفت مشبہ۔ اسم فاعل کا مبالغہ اور اسم فعل ہے۔ تو یہ سب فاعل کو فعل معروف کی طرف رفع دیتے ہیں۔ اور اس میں سے اسم مستعار ہے۔ جیسے: ”اکرم رجلا مسکا خلقة“ (تو ایسے شخص کی تعظیم کر جس کے اخلاق مشک کے مانند ہیں) تو ”خلقة، مسکا“ کا فاعل ہے اور اسی کی وجہ سے مرفوع ہے۔ کیوں کہ اسم مستعار شبہ فعل معروف کی تاویل میں ہوتا ہے۔ اور تقدیری عبارت یوں ہے۔ ”اکرم رجلا طيبا خلقة كالمشك“ اور آپ کا قول: رأیت رجلا اسدا غلامہ۔ کی تاویل ”رایت رجلا جرینا غلامہ کا لاسد“ ہے۔



## اور اس فصل میں تین بحثیں ہیں: [ص: ۵۲]

## بحث اول: فاعل کے احکام کے بیان میں

[۱]- فاعل کا مرفوع ہونا واجب ہے۔ اور کبھی لفظاً مجرور ہوتا ہے فاعل کی طرف مصدر کی اضافت کی وجہ سے۔ جیسے: "اکرام المرء اباءة فرض علیہ" (آدمی پر اپنے والدین کی تعظیم کرنا فرض ہے) جیسے: یا فاعل کی طرف اسم مصدر کی اضافت کی وجہ سے۔ جیسے: "اسلم علی الفقیر سلامک علی الغنی" (تو فقیر کو سلام کر جیسا کہ تو مال دار کو سلام کرتا ہے) اور جیسے: حدیث شریف ہے: "من قبلۃ الرجل امرأته الوضوء" (آدمی کا عورت کو بوسہ لینے سے وضو کرنا ہے) یا "با" من یلام زائدہ کی وجہ سے ہو۔ جیسے: "ما جاءنا من احد، کفی باللہ شہیدا۔ ہئیہات ہئیہات لما تُوعَدُونَ"۔

[۲]- فاعل کا مسند کے بعد واقع ہونا واجب ہے۔ تو اگر وہ مقدم ہو جو معنی کے لحاظ سے فاعل ہو تو فاعل مسند میں ضمیر مستتر ہوگی جو اس کی طرف لوٹتی ہے۔ علی قائم۔

اور مقدم خواہ مبتدا ہو۔ جیسا کہ مثال میں مذکور ہے۔ اور جملہ اس کے بعد اس کی خبر ہو یا قبل کا مفعول ہو۔ جیسے: "رأیت علیا یفعل الخیر" یا فعل مخدوف کا فاعل ہو۔ جیسے: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ﴾ [التوبہ/۶] (اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے، تو اسے پناہ دو) تو "احد" فعل کا فاعل ہے اور فعل مذکور اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

[۳]- فاعل کا کلام میں ہونا ضروری ہے۔ تو اگر وہ لفظ میں ظاہر ہو تو وہی ہے۔ ورنہ تو وہ ضمیر ہوگا۔ خواہ مذکور کی طرف راجع ہو۔ جیسے: "المجتہد ینجح" یا اس کی طرف جس پر فعل دلالت کر رہا ہے جیسے: حدیث شریف ہے: "لا ینزی الزانی حین یدنی وهو مومن" "ولا یشرب الخمر حین یشربها وهو مومن" (زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا/ اور شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا) یا اس طرف جس پر کلام دلالت کر رہا ہو جیسے: آپ کا قول: "هل جاء سلیم؟" کے جواب میں "نعم جاء" یا اس کی طرف جس پر مقام دلالت کر رہا ہے۔ جیسے: "کلا اذا بلغت التراقی" یا اس کی طرف جس پر حال شاہد دلالت کر رہا ہے۔ جیسے: ان کان غدا فائتفی۔

## اور شاعر کا قول: [ص: ۵۳]

[اذکان لا یرضیک حتی تردنی...☆... الی قطری لا اخالک راضیا]

ترجمہ: جس چیز کا تو میری جانب سے مشاہدہ کر رہا ہے جب وہ راضی نہ کرے یہاں تک کہ تو مجھے قطری پہنچا دے، تو میں تجھے راضی گمان نہیں کروں گا۔

[۴]- فاعل کلام میں ہو اور اس کا فعل ایسے قرینہ کی وجہ سے مخدوف ہو جو اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اس طور پر کہ اس کے ذریعہ نفی کا جواب دیا جائے۔ جیسے: "بلی، سعید" اس کے جواب میں جس نے کہا: ما جاء احد، شاعر کا قول:

[اتجلدت حتی قبل لم یعرب قبلہ...☆... من الوجد شی قلّت بل اعظم الوجد]

ترجمہ: میں نے صبر کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ کہا گیا اس کے دل میں کچھ بھی محبت نہیں، میں نے کہا: بلکہ محبت بہت ہے۔ یا استفہام ہو تم کہتے ہو: من سافر؟ تو کہا جاتا ہے: سعید اور تم کہتے ہو هل جاءك احد؟ تو کہا جاتا ہے: نعم خلیل۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ [الزخرف/۸۷] (اور اگر تم ان سے پوچھو (ف) کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے) اور کبھی استفہام مقدر ہوتا ہے۔ جیسے: اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۖ رَجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [النور/۳۷، ۳۸] (اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام، وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے)

اس کی لغت میں جس نے "يُسَبِّحُ" مجہول پڑھا، اور اسی سے شاعر کا قول:

[لَيْبَنُكَ يَزِيدُ ضَارِعَ لَخْصُومَةٍ...☆... ومحتبط مما تطيح الطوائح]

ترجمہ: چاہیے کہ زید پر ہر ایسا ذلیل روئے جس کا کوئی مددگار نہیں اور ہر ایسا فقیر جس کو حوادث زمانہ نے دبوچ لیا ہو، اور جن کا مال ہلاک ہو گیا ہو اور کسی مددگار کو نہیں پایا ہو۔ (اصطلاحی ترجمہ) [ص: ۵۴]

اور جس میں فعل کو حذف کیا جاتا ہے فاعل کو باقی رکھتے ہوئے۔ ہر وہ اسم ہے جو ایسے حرف کے بعد ہو جو فعل کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس میں حذف واجب ہے۔ جیسے: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [التوبہ/۶]

(اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے، تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لئے کہ وہ نادان لوگ ہیں)

اور جیسے: "اذا السماء انشقت" اور اسی سے مثل ہے: "لوزات سوار لطمتنی" اگر مجھ کو کوئی عورت طمانچہ مارتی۔

[۵]- فعل کا فاعل ظاہر کے ساتھ واحد ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ تشبیہ یا جمع ہو۔ تم کہتے ہو "اجتهد التلمیذ والتلمیذات والتلمیذات" مگر بعض عرب کی ضعیف لغت پر تو اس میں فعل فاعل کے مطابق ہوتا ہے۔ تو لغت پر کہا جاتا ہے۔ "اکرمانی صاحبک، واکرمونی اصحابک"۔

اور اس میں سے جو صبح کلام میں وارد ہوا ہے۔ تو ظاہر کو ضمیر کے بدل کے طور پر اعراب دیا جائے گا۔ اور اسی پر اللہ کا قول ہے۔ ”وَ اَسْرُوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا [الانبيا/۳] (اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت کی) یا ظاہر کو مبتدا کے طور پر اعراب دیا جائے گا۔ اور اس کے ماقبل کا جملہ خبر مقدم ہوگا۔ یا اسے فعل محذوف کے فاعل کے طور پر اعراب دیا جائے گا۔ گو اللہ عزوجل کا قول: ”وَ اَسْرُوا النَّجْوَى“ کے بعد ”من اسرہا؟“ کہا گیا تو کہا گیا ”اَسْرَهَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا“ اور یہی بہتر ہے۔ لیکن ضعیف لغت پر تو ظاہر کو فاعل کے طور پر اعراب دیا جائے گا۔ اور ”الف“ ”واو“ اور ”نون“ تثنیہ یا جمع پر دلالت کرنے کے لیے علامت ہیں، تو اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ تو اس کا حکم فعل مؤنث کے ساتھ تائید کا حکم ہے۔

[۶]۔ فاعل کا فعل سے متصل ہونا اصل ہے۔ پھر اس کے بعد مفعول آئے اور کبھی معاملہ برعکس ہوتا ہے، تو مفعول مقدم اور فعل موخر ہوگا۔ جیسے: ”اکرم المجتهد استاذہ“۔

[۷]۔ جب فاعل مؤنث ہو تو فعل کی ایسی تا کے ذریعہ تائید لائی جائے گی جو ماضی کے آخر میں ساکن ہو اور مضارع کی ابتدا میں علامت مضارع کے ذریعہ۔ جیسے: ”جاءت فاطمة نذهب خديجة“۔

## البحث الثاني: حالات الفعل مع الفاعل: بحث ثاني: فاعل کے ساتھ فعل کے حالات کے بیان میں

مذکر و مؤنث ہونے کی حیثیت سے فاعل کے ساتھ فعل کی تین حالتیں ہیں: (۱)۔ مذکر ہونا واجب۔ (۲)۔ مؤنث ہونا واجب۔ (۳)۔ دونوں امر جائز۔

### ﴿۱﴾۔ فاعل کے ساتھ فعل کا مذکر ہونا کب واجب ہے؟۔—————[ص: ۵۵]

فاعل کے ساتھ فعل کا مذکر ہونا دو جگہوں میں واجب ہے:

[۱]۔ فاعل مذکر، مفرد تثنیہ یا جمع مذکر سالم ہو خواہ اس کا مذکر ہونا معنًا ہو یا لفظًا جیسے: ”ينجح المجتهد، او المجتهدان، او المجتهدون“ یا معنًا لفظًا ہو جیسے: جاء حمرة۔ خواہ وہ ظاہر ہو۔ جیسا کہ مثال دی گئی یا ضمیر ہو۔ المجتهد ينجح، والمجتهدان ينجحان، والمجتهدون ينجحون۔

[۲]۔ فعل اور فاعل مؤنث ظاہر کے درمیان ”الا“ کے ذریعہ فصل ہو۔ ماقام الا فاطمة۔

اور یہ اس لیے کہ فاعل در حقیقت وہ متثنی منہ ہے جو محذوف ہے۔ اس لیے کہ تقدیری عبارت یوں ہے۔ ”ما قام احد الا فاطمة“، تو جب فاعل حذف ہو گیا تو فعل اپنے مابعد ”الا“ کے لیے خالی ہو گیا۔ لہذا اس کا مابعد مرفوع ہو گا اس طور

پر کہ وہ لفظ کے اعتبار سے فاعل ہے نہ کہ معنی کے لحاظ سے۔ تو اگر فاعل ضمیر منفصل ہو اور فعل اور فاعل کے مابین ”الا“ کے ذریعہ فصل کر دیا گیا ہو تو فعل میں دو جہیں جائز ہیں۔

اور کبھی اس (الا) کے ذریعہ فصل کے ساتھ فعل کو مؤنث لایا جاتا ہے۔ اس حال میں کہ فاعل اسم ظاہر مؤنث ہو اور یہ قلیل ہے۔ اور جمہور نحو یوں نے اسے شعر کے ساتھ خاص کیا ہے۔ جیسے شاعر کا قول ہے:

[ما برئت من رينة و ذم...☆... في حربنا الابنات العم]

ہمارے جنگ میں کوئی عورت اور تہمت سے محفوظ نہیں رہی سوائے چچا کی لڑکیوں کے۔

### {۲}۔ فاعل کے ساتھ فعل کا مؤنث لانا کب واجب ہے؟

فاعل کے ساتھ فعل کا مؤنث لانا تین جگہوں میں واجب ہے۔

(۱)۔ فاعل مؤنث حقیقی ظاہر ہو اور فعل سے متصل ہو خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع مؤنث سالم جیسے: ”جاءت فاطمة، او الفاطمتان، او الفاطمات“۔

(۲)۔ فاعل ایسی ضمیر مستتر ہو جو مؤنث حقیقی یا مجازی کی طرف لوٹ رہی ہو۔ جیسے ”خديجة ذهبت، الشمس تطلع“۔

(۳)۔ فاعل ایسی ضمیر ہو جو مؤنث سالم یا مؤنث کی جمع تفسیر یا مذکر غیر عاقل کی طرف لوٹ رہی ہو مگر یہ کہ ”تا“ کے ذریعہ یا نون جمع مؤنث سالم کے ذریعہ اس کی تائید لائی جائے گی جیسے: ”الزینبات جاءت اوجثن، الفواطم اقبلت او اقبلن، والجمال تسیر او یسرن“۔

### ﴿۲﴾۔ دونوں امر یعنی فعل کا مذکر لانا اور مؤنث لانا کب جائز ہے؟ [ص: ۵۶]

نو جگہوں میں فعل کا مذکر اور مؤنث لانا دونوں جائز ہے:

[۱]۔ فاعل مؤنث مجازی ظاہر ہو یعنی ضمیر نہ ہو۔ جیسے: طلعت الشمس۔ طلع الشمس اور تائید فتح ہے۔

[۲]۔ فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل اور فاعل کے مابین ”الا“ کے علاوہ کسی فاعل کے ذریعہ فصل کیا گیا ہو۔ جیسے: ”حضرت او حضر المجلس امرأة“ اس میں تائید فتح ہے۔

[۳]۔ فاعل مؤنث کی ضمیر منفصل ہو۔ جیسے: ”انما قام، او انما قامت ہی اور جیسے: ماقام، او ماقامت الاہی“ اور ترک تائید بہتر ہے۔

[۴]۔ فاعل مؤنث ظاہر ہو اور فعل ”نعم“ ”ہویا“ ”بئس“ ”ساء“ ہو جو زم کے لیے ہے۔

لیکن جب مضاف مذکر کا حذف کرنا اور مضاف الیہ مؤنث کا مضاف مذکر کر کے قائم مقام کرنا درست نہ ہو۔ اس حیثیت سے کہ اصل معنی میں خلل واقع ہو تو مذکر لانا واجب ہے۔ جیسے: ”جاء غلام سعاد“ تو ”جاءت غلام سعاد“ کہنا درست نہ ہوگا۔ کیوں کہ یہاں مضاف کا حذف کرنا درست نہیں۔ جیسا کہ وہاں درست ہے۔ تو ”جاءت سعاد“ نہیں کہا جائے گا۔ اس وقت جب کہ تم اس کے غلام کو مراد لو۔

### البحث الثالث: اقسام الفاعل

تیسری بحث: فاعل کے اقسام کے بیان میں

فاعل کی تین قسمیں ہیں: [۱] - صریح [۲] - ضمیر [۳] - مؤول

فاعل صریح: جیسا کہ آپ نے ماضی میں جانا۔ جیسے: قد قام زید میں زید ہے۔

اور فاعل ضمیر: خواہ متصل بارز ہو جیسے: قُمت۔ میں تا اور قاموا، میں ”واو“ اور ”قام“ میں ”الف“ اور تقویٰ میں ”یا“

یا ضمیر مستتر ہو: جیسے: اقوم. تقوم. نقوم سعيد يقوم. سعاد تقوم. یا منفصل ہو جیسے: ما قام الا انا. وانما قام نحن. میں انا ونحن.

اور مستتر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) - مستتر جوازی: اور یہ اس ماضی اور مضارع میں ہوتا ہے جو واحد مذکر غائب یا واحد مؤنث غائب کی طرف منسوب ہو۔

(۲) - مستتر وجوبی: اور یہ اس مضارع اور امر میں ہوتا ہے جو واحد مذکر حاضر کی طرف منسوب ہو۔ اور یہ اس مضارع میں جو متکلم کی طرف منسوب ہو۔ متکلم مفرد ہو یا جمع اور اس اسم فعل میں جمع متکلم کی طرف منسوب ہو جیسے: ”اف“ یا مخاطب کی طرف ہو جیسے: ”صہ“ اور اس فعل تعجب میں جو ”ما فاعل“ کے وزن پر ہو۔ جیسے: ”ما احسن العلم“ اور افعال استثناء میں جیسے ”خلا، غدا، حاشا جیسے: ”جاء القوم ما خلا سعیدا“۔

اور افعال استثناء کی ضمیر متشبی منہ کی طرف لوٹتی ہے۔ تو تمہارے قول: جاء القوم ما خلا سعیدا۔ اور ”ما“ یا تو مصدر یہ ظرفیہ ہے۔ اور اس کا مابعد ایسے مصدر کی تاویل میں ہے جس کی طرف اس وقت کی اضافت ہوتی ہے جو اس سے مفہوم ہے۔ اور اس کا مابعد ایسے مصدر کی تاویل میں ہے جو حال کی بنیاد پر محل نصب میں اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ اور تقدیری عبارت یوں ہے: ’جاء واخالین من سعیدہ۔‘ [ص: ۵۸]

[۵] - فاعل مذکر ہو اور ”الف“ اور ”تا“ کے ذریعہ اس کی جمع بنائی گئی ہو۔ جیسے: ”جاء او جاءت الطلحات“ اور مذکر بہتر ہے۔

[۶] - فاعل مؤنث یا مذکر کی جمع تکسیر ہو جیسے: ”جاء او جاءت الفواطم، او الرجال“ اور مذکر کے ساتھ اور مؤنث کے ساتھ مؤنث لانا افضل ہے۔

[۷] - فاعل ایسی ضمیر ہو جو مذکر عاقل کی جمع تکسیر کی طرف لوٹ رہی ہو۔ جیسے: الرجال جاءوا او جاءت۔ اور جمع عاقل کی ضمیر کے ساتھ مذکر لانا بہتر ہے۔

[۸] - فاعل جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم سے ملحق ہو۔ تو اول جیسے: جاء او جاءت البنون۔ اور مؤنث لانے میں سے۔ اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ اٰمَنَّا اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اٰمَنَّا بِهٖ بَنُوْا اِسْرَءٰیْلَ ﴾ [یونس/۹۰] میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور دوسرا جیسے ”قامت او قامت البنات“ اور اس کو مذکر لانے میں سے عبدة بن الطیب کا قول:

[فبکی بناتی شجوهن و زوجتی ... ☆... والظاعنون الی ، ثُمَّ تَصَدَّعُوا]

ترجمہ: تو میری لڑکیاں اور میری بیوی اور میری طرف سفر کرنے والے ان کے غم پر روئے، پھر متفرق ہو گئے۔

اور مذکر کے ساتھ مذکر اور مؤنث کے ساتھ مؤنث لانے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ [ص: ۵۷]

[۹] - فاعل اسم جمع، یا اسم جنس جمع ہو۔ تو اول جیسے: جاء او جاءت النساء او القوم او الرهط او الابل۔ اور دوسرا جیسے: قال او قالت العرب او الروم، او الفرس او القرك، او رقت الشجر“ اور یہاں ایسی حالت ہے جس میں فعل کا مذکر اور مؤنث لانا جائز ہے۔ اور یہ اس لیے کہ فاعل مذکر مؤنث کی طرف مضاف ہے۔ اس شرط پر کہ دوسرا پہلے سے بے نیاز کر دے اگر اسے حذف کر دیا جائے۔ تم کہتے ہو: ”مَرَّ او مَرَّت علینا کرور الایام، جاء او جاءت کل لکاتبات“ فعل مذکر اور مؤنث لانے کے ساتھ، کیوں کہ مضاف مذکر کا حذف کرنا اور مضاف الیہ مؤنث کا مضاف مذکر کے قائم مقام کرنا درست ہے۔ تو کہا جاتا ہے: ”مَرَّت الایام وجاءت الکاتبات“۔

اور اسی پر شاعر کا قول:

كما اشرفت صدور القناة من الدم — جیسا کہ نیزہ کا سراخون سے چپک گیا

مگر فعل کا مذکر لانا زیادہ بہتر ہے۔ اور اس میں فعل کا مؤنث لانا ضعیف ہے۔ اور دور حاضر میں بہت سے انشا پرداز اس استعمال ضعیف کے مثل میں پڑے ہوئے ہیں۔



اور جب فعل کے دو یا تین مفعول ہوں تو پہلا مفعول نائب فاعل ہوگا اور اس بنیاد پر یہ مرفوع ہوگا اور باقی منسوب ہوں گے۔ جیسے: ”أَعْطَى الْفَقِيرَ دَرَهْمًا، وَ ظَنَ زُهَيْرٌ مَجْتَهِدًا، وَ اعْلَمْتَ الْأَمْرَ وَاقِعًا“۔

أَعْطَى کے باب میں مفعول ثانی کی نیابت کبھی جائز ہوتی ہے اگر شبہ واقع نہ ہو جیسے: ”كُسِرَ الْفَقِيرُ ثَوْبًا“ ”أَعْطَى الْمَسْكِينَ دِينَارًا“ اگر التباس ہو تو پہلا ہی نائب فاعل بنے گا جیسے: ”أَعْطَى سَعِيدٌ سَعْدًا“ اس کے برعکس نہیں کہا جائے گا۔ جب آپ کے یہ مراد ہو کہ لینے والا سعد ہے اور ماخوذ سعید ہے تو سعد کو مقدم کریں گے اور کہیں گے اعطی سعید سعداً۔ تاکہ لینے والا ماخوذ سے ممتاز ہو جائے اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک اس کی صاحبیت رکھتا ہے تو اخذ ممتاز نہیں ہو پائے گا مگر جب کہ اسے مقدم کیا جائے اور نائب فاعل بنایا جائے۔

[۲]۔ مصدر متصرف مختص: جیسے: ”أَقْتَرَحَ اقْتِرَاحَ جَيِّدٍ“ اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول: فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْتَابَ لِبَعْثِهِمْ يَوْمَ مَعِذٍ وَلَا يَنْتَسَاءُونَ ﴿۱۰۱﴾ [المومنون/۱۰۱] (تو جب صور پھونکا جائے گا، تو نہ ان میں رشتے رہیں گے، اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں)

مصدر متصرف وہ مصدر ہے جو مصدریت کے بنا پر ہمیشہ منصوب ہوتا ہے لہذا مصدر غیر متصرف مفعول مطلق ہی واقع ہوگا۔ جیسے: ”مَعَاذَ اللَّهِ وَ سُبْحَانَ اللَّهِ“ ان کا نائب فاعل ہونا جائز نہیں رہا مصدر متصرف تو وہ مصدر ہے جو کلام کے تقاضے کے مطابق مرفوع، مجرور اور منصوب ہوتا ہے۔ جیسے: جلوس، اقتراح اور فہم اور ان کے مشابہ تو آپ کہہ سکتے ہیں، ”هَذَا اقْتِرَاحٌ مَفِيدٌ“ الخ۔ [ص: ۶۱]

مصدر مختص وہ مصدر ہے جو مفید غیر مبہم ہو یعنی وہ مصدر ہے جو کسی دوسرے لفظ سے کسی ایسے معنی کا انتساب کرے جو صرف حدیث محض کے معنی مبہم پر معنی کا اضافہ کرے اور مصدر کا اختصاص اپنے وصف کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: عَلِمَ عِلْمٌ وَافٍ۔ یا بیان عدد کے ساتھ مصدر خاص ہوتا ہے۔ جیسے: ”جَلَسَتْ جُلُوسَتَانِ لِبَحْثِ الْمَوْضُوعِ“ یا نوعیت کے بیان کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ جیسے: قَتَلَ قَتَالَ الشُّجْعَانَ۔

اور اسم مصدر، مصدر ہی کی طرح نائب فاعل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، دو مذکورہ شرطوں کے ساتھ اور وہ شرطیں تصرف اور اختصاص ہیں جیسے: ”تَكْمُ كَلَامٌ وَاضِحٌ الدَّلَالَةُ“

[۳]۔ ظرف متصرف مختص: جیسے: ”مَشِيَ يَوْمَ كَامِلٍ، وَ صَيَّمَ رَمَضَانَ“

ظرف متصرف وہ ہے جس کا مسند الیہ واقع ہونا صحیح ہو جیسے: یوم، شہر، لیل۔

اور غیر متصرف وہ ہے جو مسند الیہ واقع نہ ہو تو وہ صرف ظرف ہوگا۔ جیسے: حیث، قط۔

یا فاعل کی جانب سے خوف کی وجہ سے جیسے: ”شَرَقَ الْحَصَانُ“ جب کہ آپ چور کو جانتے ہوں لیکن آپ اس کا ذکر نہیں کر رہے ہیں کیوں کہ آپ کو اس کی طرف سے خوف ہے اس لیے کہ چور بہت شریر ہے۔

یا تو فاعل کی شرافت و بزرگی کی وجہ سے جیسے: ”عَمِلَ عَمَلٌ مَنْكَرٌ“ جب کہ آپ کام کرنے والے کو جانتے ہوں لیکن اس کی شرافت کی حفاظت کرنے کے لیے اس کا ذکر نہیں کرتے۔

یا تو اس وجہ سے کہ اس کے ذکر سے کوئی فائدہ نہیں جیسے: ﴿وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا﴾ [النساء/۸۶] (اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے)

تو جو سلام کرے اس کے ذکر سے یہاں کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ یہاں مقصود ہر اس شخص کے سلام کا جواب دینے کا وجوب ہے جو سلام کرے۔

## المبحث الثانی: جو اشیا فاعل کے قائم مقام ہوتے ہیں:

فاعل کے حذف کرنے کے بعد چار چیزوں میں سے کوئی ایک فاعل کے قائم مقام ہوتی ہے۔ [۱]۔ مفعول بہ جیسے: یکرّم المجتهد (حقیقت میں مجتہد مفعول بہ ہے) جب کلام میں مفعول بہ ہو تو اس کے باوجود کوئی دوسرا فاعل کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ کیوں کہ نیابت میں یہ دوسرے سے اولیٰ ہے اس لیے کہ فعل دوسرے کے بہ نسبت اسے زیادہ طلب کرنے والا ہے۔ تو نائب فاعل ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہوگا اور اس کے علاوہ دوسرے منصوب ہوں گے۔ جیسے: ”أَكْرَمَ زُهَيْرٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِمَامَ التَّلَامِيذِ بِجَائِزَةِ سَنِيَةِ أَكْرَامَا عَظِيمَا“ [ص: ۶۰] اور کبھی مفعول بہ صریح کے باوجود، مجرور حرف جر کی وجہ سے فاعل کے قائم مقام ہوتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ جیسے: شاعر کا قول:

[لَمْ يُعْنَ بِالْعَلِيَا الْأَسِيدَا...☆...وَلَا شَفَىٰ ذَا الْغَى الْا ذُو هُدَىٰ]

(ترجمہ) کوئی شریف اور نجیب شخص ہی شرافت اور بزرگی کے اسباب اور عظیم امور کی طرف توجہ دیتا ہے۔ اور جاہل گمراہ آدمی کو کوئی عالم ہی ہدایت یافتہ بنا سکتا ہے۔

اور آیت کریمہ کی یہ قرأت ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ﴾ [یونس/۴] (ان کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے انصاف کا صلہ دے) یہ ابو جعفر بن عقیق مدنی کی قرأت ہے جو جو قرأتے عشرہ میں سے ہیں۔

## نائب فاعل کی فاعل ہی کی طرح تین قسمیں ہیں:

### صریح — ضمیر — اور مؤول

صریح: جیسے: يُحِبُّ المجتهدُ. اور ضمیر یا تو متصل بارز ہوگی جیسے: اُكْرِمَتْ میں ”ت“ یا مستتر ہوگی جیسے: اُكْرِمْ، تُكْرِمْ. یا منفصل ہوگی جیسے: ”مَا يُكْرِمُ إِلَّا أَنَا“  
اور مؤول: جیسے: ”يُحَمَّدُ أَنْ تَجْتَهِدُوا“ اس کی تاویل ہوگی ”يُحَمَّدُ اجْتَهِدَاكُمْ“.

## [الفصل الثالث: المبتدأ والخبر]

**مبتدا:** وہ اسم مرفوع ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو، جس کے متعلق خبر دیا جائے۔ جیسے: وليدٌ كريمٌ میں ”وليدٌ“ ﴿وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [البقرہ/۱۸۴]  
(تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو)

آیت کریمہ میں۔ یا مبتدا و صفت سابق ہو اور ایسے ایک منفصل کو رفع دینے والا ہو جو منفصل یا تو اسم ظاہر ہو یا ضمیر منفصل ہو اور یہ منفصل خبر سے بے نیاز کرنے والا ہو جیسے: ما عالم اخوك بالأمر، ”هَلْ عَارِفٌ أَنْتَما بحالی“.

**مبتدا کی خبر:** جملہ کا وہ خبر ہے جو مبتدا کے ساتھ مل کر فائدہ کی تکمیل کرے اس مبتدا کے ساتھ جو وصف نہ ہو منفصل ہونے کی وجہ سے مرفوع نہ ہو اور خبر سے بے نیاز نہ ہو جیسے: سلیم مسافر میں مسافر۔ دوسری مثالوں میں فی البيت اور تدرس۔

ہمارا قول مبتدا کی تعریف میں ”المجرد من العوامل اللفظية“ یہ فاعل، نائب فاعل اور نواسخ کے مدخول کو خارج کر دے گا۔ ————— [ص: ۶۳]

اس سے واضح ہو گیا کہ عوامل لفظیہ سے خالی ہونے کی شرط صرف عوامل اصلیہ کو شامل ہے۔

مگر عوامل زائدہ اور جو زائدہ کے مشابہ ہو تو کبھی وہ مبتدا پر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے: ”ما من صدیق مسافر“.

## اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ مبتدا کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک وہ مبتدا جس کی خبر ہوتی ہے اور یہی غالب ہے۔

۲- دوسرا وہ مبتدا جس کی خبر نہیں ہوتی ہے لیکن اس کے لیے کوئی مرفوع ہوتا ہے جو خبر سے بے نیاز کر دیتا

ہے اور خبر کے قائم مقام ہوتا ہے۔

یا ظرف ہوگا اور ”من“ کی وجہ سے مجرور ہو جیسے: عند لدی، لندن، قبل، بعد، ثم یا ”إلی“ کی وجہ سے مجرور ہوگا جیسے: متی یا ”من“ اور ”إلی“ کی وجہ سے مجرور ہو کأین۔ اور جو اس طرح ہوں وہ نائب فاعل نہیں بنیں گے کیوں کہ یہ مسند الیہ نہیں ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان میں رفع جائز نہیں۔

اور ظرف متصرف نائب فاعل نہیں ہوتا ہے مگر جب کہ وہ متصرف کے ساتھ مختص بھی ہو۔ اس کے مختص ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ مفید ہو اور مبہم نہ ہو۔ یہ وصف کے ساتھ مختص ہوتا ہے جیسے: مجلس مجلس مفید

یا اضافت کے ساتھ جیسے: سهرت لیلة القدر

یا علمیت کے ساتھ جیسے: صیم رمضان۔ تو زمان، وقت، مکان اور ان کے مثل ظروف مبہم غیر مختص نائب فاعل نہیں بنیں گے لہذا وقف زمان۔ انتظار وقت اور مجلس مکان نہیں کہا جائے گا۔ اگر کسی قید کے ساتھ یہ مختص ہوں جو انھیں مقید کر دے تو ان کا نائب فاعل ہونا جائز ہوگا۔ جیسے: وقف زمان طویل۔

[۴]۔ جو حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو۔ جیسے: لا یسکت علی اعتداء الظاهر۔ تو اعداء لفظا حرف جر کی وجہ سے مجرور ہے اور محلا مرفوع ہے اس بنا پر کہ نائب فاعل ہے۔ اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ولما سقط فیہ دین..... الخ.

مجرور بحرف الجر فاعل کے حذف کے بعد اس کے قائم مقام ہوتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ یہ اضافت یا صفت کے ساتھ مختص ہو جیسے: نظر فی حاجتک. تُكَلِّمُ فی أمرٍ حَامٍ لک الیوم.

اور جب مجرور مؤنث ہو تو اس کے فعل کے ساتھ علامت تانیث نہیں لگے گی لہذا مَرَّ بھندِ ہی کہیں گے نہ مُرَّت کیوں کہ مؤنث کی طرف صراحتاً اسناد نہیں کیا گیا ہے۔ ————— [ص: ۶۲]

اور مجرور کی اپنے فعل پر تقدیم جائز ہے اس کے نائب فاعل باقی رہنے کے ساتھ۔ جیسے: لھندِ مَرَّ.

## [المبحث الثالث: أحكام نائب الفاعل وأقسامه:]

فاعل کے احکام میں سے جو بھی احکام مذکور ہوئے، نائب فاعل کے ساتھ ان تمام کی رعایت واجب ہے، کیوں کہ یہ اس کے قائم مقام ہے لہذا اس کا بھی وہی حکم ہوگا۔

تو اس کا مرفوع ہونا واجب ہے، اور یہ کہ مسند کے بعد ہو، اور کلام میں ذکر کیا جائے، اگر مذکور نہ ہو تو ضمیر مستتر ہو۔ اور یہ کہ اس کا فعل مؤنث ہو جب کہ نائب فاعل مؤنث ہو۔ اور اس کا فعل واحد ہو خواہ نائب فاعل مفرد ہو یا بیشیہ ہو یا جمع ہو اور کسی ایسے قرینہ کی وجہ سے اس کے فعل پر دلالت کرے اس کا حذف جائز ہو۔ ان تمام احکام کی تفصیل کے لیے فاعل کی بحث کی طرف رجوع کریں اور اسی کی مثالوں پر قیاس کریں۔



اس کے مرفوع ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں:

**پہلی شرط** یہ ہے کہ وہ منفصل ہو خواہ ظاہر ہو جیسے: أمسافرُ الصديقان یا ضمیر ہو جیسے: أمستعدُّ انتما للفسر؟۔

**دوسری شرط** یہ ہے کہ وہ خبر سے بے نیاز کرنے والا ہو تاکہ 'أمسافرُ أخواه زهيرٌ' کے مثل خارج ہو جائے۔ کیوں کہ اس میں فاعل خبر سے بے نیاز کرنے والا نہیں ہے اس لیے کہ اس پر سکوت جائز نہیں ہے لہذا مسافر مبتدا نہیں ہوگا بلکہ یہ خبر مقدم ہے اور اخواه اسم فاعل کا فاعل ہے اور زهير مبتدا موخر ہے۔

### حالات الوصف مع مرفوعه: [ص: ۲۵]

مبتدا کی دوسری قسم کی اس مرفوع کے ساتھ دو حالتیں ہیں:

- (۱) پہلی حالت یہ ہے کہ مبتدا اور مرفوع دونوں افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر اور تانیث میں ایک دوسرے کے مطابق ہوں گے۔
- (۲) دوسری حالت یہ ہے کہ یہ دونوں مطابق نہیں ہوں گے۔ اگر تذکیر و تانیث کے ساتھ ساتھ افراد میں بھی مطابق ہوں۔ جیسے: أعائذُ أخوك؟ یا ما عائدُ أخوك۔ تو وصف میں دو صورتیں جائز ہیں۔

### تو وصف میں دو وجہیں جائز ہیں:

**اول:** یہ کہ وہ مبتدا ہو، اور اس کا اسم مرفوع فاعل ہو خبر کے قائم مقام ہو یا نائب فاعل ہو خبر کے قائم مقام ہو۔

**ثانی:** یہ کہ وہ خبر مقدم ہو، اور اس کے بعد اسم مرفوع مبداءے موخر ہو۔

اور وصف اور مرفوع دونوں مطابق شمار کیا جاتا ہے جب اول ان الفاظ سے ہو جس کا صیغہ افراد تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث میں متغیر نہ ہو، جیسے: "صديق الرجل؟ اور جیسے: أصدق الرجلان؟ اور جیسے: أصدق الرجلان؟ اور اسی طرح تمھارا قول: أعدل الشاهد؟ اور تمھارا قول: أقول الشاهدان اور تمھارا قول: أعدل الشهود؟۔ اور اگر وہ دونوں تثنیہ یا جمع میں مطابق ہوں، جیسے: مامقنعان المسلحان وما مقنعون المسلحون۔ تو وصف کو خبر مقدم کے طور پر اور اس کے بعد اسے مرفوع کو مبتدا کے طور پر اعراب دینا بہتر ہے۔ اور "أكلوني البراغيث" کی لغت پر جائز ہے کہ وصف مبتدا ہو، اور اس کا مابعد فاعل ہو جو خبر سے بے نیاز کر دے۔

اور اگر وہ دونوں مطابق نہ ہوں تو واجب ہے کہ وصف مبتدا ہو، اور اس کے بعد مرفوع فاعل ہو خبر کے قائم مقام ہو، یا نائب فاعل ہو خبر کے قائم مقام ہو، جیسے: أعائذ المسافرين؟ اور جیسے: أمدعو المعلمون لخدمة العلم؟۔

اور وصف کا اعتبار خبر مقدم کے طور پر جائز نہیں، کیوں کہ یہ جائز نہیں ہے کہ مبتدا تثنیہ یا جمع ہو، اور خبر مفرد ہو۔

دونوں قسمیں دو باتوں میں مشترک ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ دونوں عوامل لفظیہ اصلیت سے خالی ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں کا کوئی نہ کوئی عامل معنوی ہوتا ہے جو انھیں رفع دیتا ہے اور وہ ابتدا ہے۔

اور یہ دونوں دو باتوں میں مختلف ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ وہ مبتدا جس کی خبر ہوتی ہے وہ اسم صریح ہو جیسے:

"المنزل واسع" اور اسم کی تاویل میں ہوتا ہے جیسے: "ان تنام با كدأ خير لك" اور وہ مبتدا جو خبر سے بے نیاز ہوتا ہے وہ اسم کی تاویل میں نہیں ہوتا ہے بلکہ خاص طور پر اسم ہوتا ہے جو وصف ہوتا ہے۔ جیسے: "أمسافر أخواك"۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ مبتدا جس کی خبر ہوتی ہے کسی ایسے شی کی طرف محتاج نہیں ہوتا ہے جس پر اعتماد کیا جائے۔ اور وہ مبتدا جو خبر سے بے نیاز ہوتا ہے ضروری ہے کہ نفی یا استفہام پر اعتماد کرے جیسے شاعر کا یہ شعر:

[خليلی! ما وافٍ بعهدی انتما...☆... اذا لم تكونا لی علی من اقاطع]

ترجمہ: اے ہمارے دونوں دوست تم ہماری دوستی کا حق ادا کرنے والے نہیں جب تم میرے مد مقابل کے خلاف میری مدد نہیں کرتے ہو۔

اس شعر میں وافٍ مبتدا ہے۔ اور نفی پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اور دوسرے شاعر کا یہ قول: [ص: ۲۴]

[أقاطن قوم سلمی ام نووا ظعننا...☆... إن یظعنوا فعجیب عیش من قطنا]

ترجمہ: کیا سلمیٰ کی قوم مقررہ مقام میں ٹھہری ہوئی ہے یا کوچ کا عزم مصمم کر لیا ہے۔ اگر انہوں نے رخصت سفر باندھ لیا ہے تو ان سے پیچھے رہ جانے والے شخص کی زندگی کا عجیب حال ہے۔

اس شعر میں قاطن مبتدا ہے اور استفہام پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اور نفی میں کوئی فرق نہیں خواہ حرف کے ذریعہ ہو جیسے: گزرا یا فعل کے ذریعہ ہو جیسے: لیس مسافر الصديقان۔

یا اسم کے ذریعہ ہو جیسے: غیر مسافر الصديقان۔

اور استفہام میں کوئی فرق نہیں خواہ حرف کے ذریعہ ہو جیسے: أناجح أخواك .

یا اسم کے ذریعہ ہو جیسے: کیف جالش الرئيس؟۔

مبتدا کی تعریف سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس وصف میں جو مبتدا کی دوسری قسم ہے، شرط یہ ہے کہ وصف سابق ہو تو "أ أخواك خارج ابوہما" نہیں ہوگا کیوں کہ یہاں وصف سابق نہیں ہے۔

اور غیر صف مبتدا اور خبر سے سات بحشیں متعلق ہوتی ہیں درج ذیل ہیں:

## (۱) احکام المبتدا:

### مبتدا کے پانچ احکام ہیں:

**الاول:** مبتدا کا مرفوع ہونا واجب ہے۔ اور کبھی با ”یا من“ زائد کے ذریعہ مجرور ہوتا ہے، یا اس رُب کے ذریعہ جوازاً حرف جر کے مشابہ ہے۔

اول، جیسے: ”بحسبك الله“۔ [ص: ۲۶]

ثانی، جیسے: [هَلْ مِنْ خَلْقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَزُوقُكُمْ] [فاطر/ ۳]

ثالث، جیسے: ”يا رَب كاسية في الدنيا عارية يوم القيامة“۔ (دنیا میں باریک لباس پہننے والی بروز قیامت برہنہ ہوگی)

**الثانی:** مبتدا کا معرفہ ہونا واجب ہے، جیسے: ”محمد رسول الله“ یا نکرہ مفید ہو، جیسے: ”مجلس علم ینتفع بہ خیر من عبادة سبعین سنة“۔ (ایسی علم کی مجلس جس سے نفع اٹھایا جائے ستر سال کے عبادت سے بہتر ہے)

### اور چودہ شرطوں میں سے کسی ایک کے ساتھ نکرہ مفید ہوگا:

[۱]۔ لفظی طور پر اضافت کے ساتھ، جیسے: ”خمس صلوات كتبهن الله“ (اللہ تعالیٰ نے پانچ نماز فرض) یا معنوی طور پر، جیسے: ”کل يموت“ اور جیسے: ﴿قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ﴾ [نبی اسرائیل/ ۸۴] (تم فرماؤ سب اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں) یعنی: کل احد۔

[۲]۔ لفظی طور پر وصف کے ساتھ، جیسے: ﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ﴾ (اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے) یا تقدیراً ہو، جیسے: ”شر اھرّ ذاناب“ (بڑے شر نے کتے کو بھونکایا) اور جیسے: ”امرأتی بك“ ای شر عظیم، امر عظیم، یا معاً اس طور پر کہ وہ مصغر ہو، جیسے: ”رجیل عندنا“ ای رجل حقیر؛ کیوں کہ اس میں تصغیر معنی وصف ہے۔

[۳]۔ نکرہ کی خبر ظرف یا مجرور ہو جو اس (نکرہ) پر مقدم ہو، جیسے: ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ [یوسف/ ۷۶] (اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے) ”ولکل اجل کتاب“ (ہر وعدہ کی ایک لکھتا ہے)

[۴]۔ نکرہ نفی یا استفہام، یا ”لولا“، یا ”اذا“ فجائیہ کے بعد واقع ہو۔ تو اول، جیسے: ”ما احد عندنا“ ثانی، جیسے: ”أله مع الله؟“ ثالث، جیسے شاعر کا قول:

[لولا اصطباراً لأودى كل ذی مقّة... ☆... لما استقلت مطايا هن للظعن]

{ترجمہ: اگر صبر نہ ہوتا تو ہر محبت کرنے والا ہلاک ہو جاتا، جب ان کی سواریاں کوچ کے لیے تیار ہو جائیں۔}  
رابع، جیسے: ”خرجت فاذا اسد رابص“۔

[۵]۔ نکرہ عامل ہو، جیسے: اعطاء قرشافي سبيل العلم ينهض بالامة“۔ (راہ علم میں پیسہ دینا امت کو آگے بڑھاتا ہے) اور جیسے: ”امر بمعروف صدقة، ونهى عن منكر صدقة“۔  
تو ”اعطاء“ نے ترشائی میں نصب کا عمل کیا اس طور پر کہ وہ مفعول بہ ہے۔ اور امر و نہی دونوں سے حرف جر متعلق ہے، اور مجرور ان دونوں کا غیر صریح مفعول ہے۔ [ص: ۶۷]

[۶]۔ نکرہ مبہم ہو، جیسے اسمائے شرط استفہام ”ما“، تعجیہ اور ”کم“ خبریہ۔ تو اول، جیسے: ”من يجتهد يفلح“، ثانی، جیسے: ”من مجتهد“ و کم علماً في صدرک؟ اور ثالث جیسے: ما احسن العلم“، رابع، جیسے: ”کم ماثرة لك“۔

[۷]۔ نکرہ دعا یا بدعا کا فائدہ دے، تو اول جیسے: ”سلام عليكم“ ثانی جیسے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ﴾ [المطففين / ۱] (کم تولنے والوں کی خرابی ہے)  
[۸]۔ نکرہ موصوف کے قائم مقام ہو، جیسے: ”عالم خیر من جاھل“ ای : رجل عالم۔ اور اس سے مثل ہے ”ضعيف عاذ بقر ملة“ (کمزور آدمی نے کمزور درخت کی پناہ لی)  
[۹]۔ نکرہ ایسا صدرِ جملہ حالیہ ہو جو دوایا واد کے علاوہ سے مرتبط ہو، تو اول، جیسے: شاعر کا قول:

[سرینا و نجم قد اضاء، فمذبدا... ☆... محيّاك اخفى ضوءه كل شارق]  
ترجمہ: ہم رات میں چلے اس حال میں کہ ستارہ روشن تھا، تو جب تیرا چہرہ ظاہر ہوا تو اس کی روشنی نے ہر ستارے کو چھپا دیا۔  
**و ثانی جیسے شاعر کا قول:**

[الذئب يطرقها في الدهر واحدة... ☆... و كل يوم ترافي مديّة بیدی]  
ترجمہ: بھیڑ یا زمانے بھر تنہا اس کو ہانکتا ہے، اور ہر دن مجھ کو دیکھے گا اس حال میں کہ میری ہاتھ میں ایک چھری ہوگی۔  
[۱۰]۔ نکرہ کے ذریعہ تنویع، یعنی: تفصیل اور تقسیم مراد ہو، جیسے: امرؤ القیس کا قول:

[فاقبلت زحفا على الركبتين... ☆... فثوب لبست وثوب آجر]  
ترجمہ: تو میں گھٹنوں کے بل آیا میں نے ایک کپڑا پہن رکھا تھا، اور ایک کپڑا گھسیٹ رہا تھا۔

[۱۱]۔ نکرہ معرفہ پر معطوف ہو، یا اس پر معرفہ معطوف ہو، تو اول جیسے: ”خالد و رجل يتعلمان النحو“ ثانی، جیسے: ”رجل و خالد يتعلمان البيان“۔ [ص: ۶۸]

۲- مبتدٰی خبر مصدر ہوا اور فعل کا نائب ہو، جیسے: صبرٌ جمیلٌ و سميعٌ و طاعةٌ ای صبری صبرٌ جمیل ، و امری سمع و طاعة۔ [ص: ۶۹]

۳- خبر مخصوص بالمدح یا ذم ہوا اور ”نعم و بئس“ کے بعد ہو، جیسے: نعم الرجل ابو بکر ، و بئس الرجل ابو لهب تو ”ابو“ دونوں مثالوں میں، مبتدٰی محذوف کی خبر ہے اس کی تقدیری ”ہو“ ہے۔

۴- مبتدٰی اصل میں نعت ہو تو اسے مدح یا ذم کی جگہ میں نعتیت سے علاحدہ کر دیا جائے گا، جیسے: خذ بيد ذهير الكريم“ و دَعِ مجالسة فلان اللثيم“ و احسن الى فلان المسكين“۔

توان تمام مثالوں میں وجوبی طور پر مبتدٰی محذوف ہے۔ اور اصل عبارت: هو الكريم ، هو اللثيم، وهو المسكين ہے اور اسے نصب کے لیے وصفت سے علاحدہ کرنا جائز ہے اس طور پر کہ وہ فعل محذوف کا مفعول بہ بنے، اس کی تقدیر اول میں: ”أمدح“ ثانی میں: ”أزم“ اور ثالث میں: ”أرحم“ ہے۔

**الخامس:** (مبتدٰی کے احکام میں سے پانچواں حکم) مبتدٰی کا خبر پر مقدم ہونا اصل ہے اور کبھی اس پر خبر کا مقدم کرنا واجب ہوتا ہے، اور کبھی دوا مر جائز ہوتا ہے۔

## [۲]- اقسام المبتدٰی:

مبتدٰی کی تین قسمیں ہیں: صریح، جیسے: ”کريم محبوب“ ضمیر منفصل، جیسے: ”انت مجتهد“، مؤول، جیسے: وان تصوموا خیر لکم، وسواء علیہم أندر تهم ام لم تنذرهم“ اور اس سے مثل ہے۔ ”تسمع بالمعیدی خیر من أن تراه“۔ (تیرا معیدی کے بارے میں سننا اس کے دیکھنے سے بہتر ہے)

## [۳]- احکام خبر المبتدٰی:

مبتدٰی کی خبر کے ساتھ احکام ہیں:

اول: خبر کا مرفوع ہونا واجب ہے۔

ثانی: خبر کا نکرہ مشتق ہونا اصل ہے۔ اور کبھی جامد ہوتی ہے، جیسے: ”هذا حجر“

ثالث: خبر کا افراد تشبیہ اور جمع میں مبتدٰی کے مطابق ہونا واجب ہے۔

رابع: خبر کا حذف جائز ہے اور اگر اس پر کوئی دلیل دلالت کرے، جیسے: ”خرجت فاذا الاسد“ ای فاذا الاسد حاضر“ اور تم کہتے ہو: ”من المجتهد؟“ تو جواب میں کہا جاتا ہے۔ ”زهير“ ای: زهير مجتهد“ اس سے اللہ تعالیٰ کا قول: ”اکلها دائم وظلّھا“ ای: ظلّها كذلك۔

[۱۲]- نکرہ موصوفہ پر معطوف ہو، یا اس پر نکرہ موصوفہ معطوف ہو۔ تو اول، جیسے: اقُولُ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا اَدًى ۖ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿۲۶۳﴾ (اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا، اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو، اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے)

ثانی، جیسے: ”طاعة وقول معروف“۔

[۱۳]- نکرہ کے ذریعہ حقیقت جنس مراد ہو، نہ کہ اس سے فرد واحد، جیسے: ”ثمرة خیر من جرادة“۔ (کھجور ٹڈی سے بہتر ہے) ”رجل اقوی من امرأة“۔

[۱۴]- نکرہ جواب واقع ہو، جیسے: ”رجل“ اس شخص کے جواب میں جس نے کہا: ”من عندك؟“

## فائدة:

**سیبویہ اور متقدمین نحویوں نے نکرہ کے مبتدٰی بننے کے لیے صرف حصول فائدہ کی شرط لگائی ہے۔**

تو ہر وہ نکرہ جو فائدہ دے اگر اس کے ذریعہ ابتدا کی جائے تو اس کا مبتدٰی بنا درست ہوگا۔ اور اسی وجہ سے نکرہ موصوفہ کے ذریعہ ابتدا جائز نہیں، یا وہ نکرہ جس کی خبر ظرف یا جار مجرور ہو جو نکرہ پر مقدم ہو جب کہ فائدہ نہ دے۔ تو ”رجل من الناس عندنا“ ”عند رجل مال“ اور ”الإنسان ثوب“ نہیں کہا جائے گا، عدم فائدہ کی وجہ سے، کیوں کہ اول میں وصف اور ثانی اور ثالث میں خبر کے مقدم ہونے نے تخصیص کا فائدہ نہیں دیا؛ اس لیے کہ ان دونوں نے نکرہ کے عموم کو کم نہیں کیا۔

**ثالث:** (مبتدٰی کے احکام میں سے تیسرا حکم) مبتدٰی کا حذف جائز ہے اگر اس پر کوئی دلیل دلالت کرے، تم کہتے ہو: ”کیف سعید؟“ تو جواب میں کہا جاتا ہے: ”ای: هو مجتهد“ اور اس سے قولہ تعالیٰ: ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ [الباقیہ/ ۱۵] (جو بھلا کام کرے تو اپنے لئے اور بُرا کرے تو اپنے بُرے کو)

قولہ تعالیٰ: ”سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا“ [النور/ ۱]

اور پہلی آیت میں اصل عبارت: ”فَعَمَلُهُ لِنَفْسِهِ، وَفَاسَأَتْهُ عَلَيْهَا“ تو مبتدٰی تو عمل اور سأت ہے۔ وہ محذوف ہے۔ اور جار اپنی خبر محذوف سے متعلق ہے۔ اور دوسری آیت میں اصل عبارت: ”هذه سورة“ ہے۔

## رابع: مبتدٰی کا چار جگہوں میں حذف واجب ہے:

۱- اگر اس پر جواب قسم دلالت کرے، جیسے: ”فی ذمتی لأفعلن کذا“، ای: فی ذمتی عہد او میثاق“۔

**خامس:** چار جگہوں میں خبر کا حذف واجب ہے: ————— [ص: ۷۰]

(۱) پہلی صورت یہ کہ خبر صفت مطلقہ یعنی وجود عام پر دلالت کرے۔ اور یہ دو مسئلوں میں ہے۔ — اول: یہ کہ ظرف یا جار مجرور صفت مطلقہ سے متعلق ہو، جیسے: ”الجنة تحت اقدام الامهات“ ”ولعلم في الصدور“۔

ثانی: یہ کہ صفت مطلقہ ”لولا“ یا ”لوما“ کے بعد واقع ہو، جیسے: ”لولا الدين لهلك الناس“ و لوما الكتابة لضاع اكثر العلم“۔

تو اگر صفت مفیدہ ہو۔ یعنی وجود خاص پر دلالت کرے، جیسے: مشی، قعود، ركوب، و اكل، اور شرب وغیرہ۔

تو خبر کا ذکر واجب ہے اگر اس پر کوئی دلیل دلالت نہ کرے، جیسے: ”لولا العدو سلمنا ما سلم“ اگر دشمن ہم سے مصالحت نہ کرتا تو وہ محفوظ نہیں رہتا اور جیسے: ”خالد يكتب في داره، والعصفور مغرد في الغصن“ اور اس سے حدیث ہے: لولا قومك حديثو عهد بكفر لبنيت الكعبة على قواعد ابراهيم“۔ تو اگر اس پر کوئی دلیل قائم کرے تو اس کا ذکر اور حذف دونوں جائز ہے، جیسے: ”لولا انصاره لهلك“۔ (اگر اس کے انصار نے اس کی حمایت نہ کی ہوتی تو وہ ہلاک ہو جاتا) یا ”لولا انصاره لموة لهلك“۔ اور جیسے: ”علي على فرسه“ او ”علي راكب على فرسه“۔

(۲) دوسری صورت یہ کہ مبتدا کی خبر قسم میں صریح ہو، جیسے: ”لعمرك لا فعلن“ اور جیسے: ”ايمُن الله الاجتهدن“ تو اگر مبتدا قسم میں صریح نہ ہو، (اس کا معنی یہ ہے کہ وہ قسم وغیرہ کے لیے مستعمل ہو) تو خبر کا حذف کرنا اور باقی رکھنا دونوں جائز ہوگا۔ تم کہو گے: ”عهد الله لا قولن الحق. وعهد الله على لا قولن الحق“۔ (بخدا میں ضرور حق کہوں گا)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مبتدا مصدر ہو، یا اسم تفضیل ہو جو مصدر کی طرف مضاف ہو اور ان دونوں کے بعد ایسا حال ہو جو خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اور صرف خبر پر دلالت کرنے میں خبر کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو اول جیسے: ”تاديبی الغلام ـ مُسيئاً“ ثانی: جیسے: ”افضل صلاتك خاليا مما يشغلك“ (تمہارا نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے ایسے چیز سے خالی ہو کر جو تجھے مشغول کر دے)

اور اس کے مابین کوئی فرق نہیں کہ اسم تفضیل مصدر صریح کی طرف مضاف ہو، جیسا کہ مثال پیش کی گئی، یا مؤول کی طرف ہو، جیسے: ”احسن ماتعمل الحير مستترا“ (چھپا کر تیرا نیک کام کرنا بہتر ہے) اور اسی طرح اس کے مابین کوئی فرق نہیں کہ حال مفرد ہو، جیسا کہ مثال میں پیش کی گئی، یا جملہ ہو جیسے: حدیث پاک: ”اقرّب ما يكون العبد من ربّه

وهو ساجد“ (سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے) اور شاعر کا قول: جس میں دونوں حال: مفرد اور مرکب جمع ہیں: ————— [ص: ۷۱]

[خير اقتراي من المولى حليف رضا...☆... وشر بعدى عنه وهو غضبان] (ترجمہ: میرا چچا زاد بھائی سے قریب رہنا بہتر ہے خوش نودی میں حلیف ہو کر، اور میرا اس سے دور رہنا غصے کی حالت میں برا) تو گزشتہ مثالوں میں حال خبر محذوف پر دلالت کر رہا ہے۔ اور وہ حاصل ہے۔ جو خبر کے قائم مقام ہے۔ لیکن وہ (حال) بلا واسطہ اخبار بہ کی صلاحیت نہیں رکھتا مبتدا کا اس کے مابین ہونے کی وجہ سے اس لیے کہ تمہارے قول: ”تاديب الغلام مسي“ اور ”افضل صلاتك خالي مما يشغلك“ کا کوئی معنی نہیں۔ اور اسی طرح۔

تو اگر حال کے ذریعہ خبر لانا درست ہو تو حال کا مرفوع ہونا واجب ہوگا اس وقت مبتدا کے حال کے مابین نہ ہونے کی وجہ سے، جیسے: ”تاديبی الغلام شديد“ اور ان کا قول: ”حكمك مسمطاً، اى مثبتاً نافذاً۔ شاذ ہے، اس لیے کہ تمہارا ”حملك مسمط“ کہنا درست ہے۔

[۴]۔ خبر ایسے ”واو“ کے بعد ہو جس کا ”مع“ کے معنی میں ہونا متعین ہو، جیسے: ”كل امر وما فعل، اى مع فعله۔ تو اگر اس ”واو“ کا ”مع“ کے معنی میں ہونا متعین نہ ہو تو اس (خبر) کا باقی رکھنا جائز ہوگا، جیسے شاعر کا قول:

[تمنوا الموت الذى يشعب الفتى...☆... كل امر والموت يلتقيان] (ترجمہ: انھوں نے میرے لیے اس موت کی تمنا کی جس سے نوجوان گھبرا جاتا ہے۔ اور ہر آدمی کو موت آنی ہے۔ **السادس:** (یعنی مبتدا کے خبر کے احکام میں سے چھٹا حکم) خبر کا متعدد ہونا جائز ہے، جیسے: ”خليل كاتب، شاعر، خطيب“۔

**السابع:** خبر کا مبتدا سے موخر ہونا اصل ہے۔ اور کبھی اس پر جوازی یا وجوبی طور پر مقدم ہوتا ہے۔

## [۴]۔ الخبر المفرد:

[۴]۔ مبتدا کے خبر کی دو قسمیں ہیں: مفرد ————— وجملہ

تو خبر مفرد وہ ہے جو جملہ نہ ہو، اگر چہ وہ (خبر) تنثیہ یا جمع ہو، جیسے: ”المجتهد محمود، والمجتهدان محمودان، والمجتهدون محمودون“۔

اور وہ (خبر) جامد ہوگی، یا مشتق۔ اور جامد سے مراد وہ ہے جس میں معنی وصف نہ ہو، جیسے: ”هذا حجر“ اور وہ (خبر جامد) ایسی ضمیر کو متضمن نہیں ہوتی ہے جو مبتدا کی طرف لوٹتی ہے، مگر جب وہ مشتق کے معنی میں ہو، تو وہ ضمیر کو متضمن ہوتی ہے۔ جیسے: ”على اسد“۔ ”تو الاسد“ یہاں شجاع کے معنی میں ہے۔ تو وہ اس (شجاع) کے مثل ایسی ضمیر مستمر کا حامل ہے

❖ یا مبتدا کا اعادہ اسی کے لفظ سے ہو، جیسے: الحاقۃ، ما الحاقۃ؟

❖ یا ایسے لفظ سے ہو جو مبتدا سے عام ہو، جیسے: ”سعيد نعم الرجل“ تو ”الرجل“ سعيد وغیرہ سے

عام ہے۔ تو سعيد عموم رجل میں داخل ہے اور عموم اس احوال سے مستفاد ہے جو جنس پر دلالت کرتا ہے۔ [ص: ۷۳]

اور کبھی خبر واقع ہونے والا جملہ معنی کے لحاظ سے نفس مبتدا ہوتا ہے، تو وہ کسی رابطے کا محتاج نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ وہ جملہ مبتدا سے اجنبی نہیں ہے یہاں تک کہ وہ ایسے رابطے کا محتاج ہو جو اس جملہ کو مبتدا سے مربوط کر دے، جیسے: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾

”اور جیسے: ”نطقی اللہ حسبی“ تو ”ہو“ ضمیر شان ہے۔ اور اس کے بعد جملہ وہ نفس مبتدا ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو: ”ہو علی مجتہد“ اور اسی طرح تمہارا قول: ”نطقی اللہ حسبی“ ہے تو اسی (نطقی) کا منطوق وہ ”اللہ حسبی“ ہے جو عین مبتدا ہے۔ اور وہ ”نطقی“ ہے۔ لیکن ماسبق میں تو وہ ربط کا محتاج ہے، کیوں کہ خبر مبتدا سے بے نیاز ہے، تو اس (خبر) کے لیے ایسا رابطہ ضروری ہے جو اس (خبر) کو اس (مبتدا) سے مربوط کر دے۔

کبھی خبر ظرف یا جار مجرور واقع ہوتی ہے، اول جیسے: ”المجد تحت علم العلم“ اور ثانی جیسے: ”العلم في الصدور لا في السطور“۔

خبر در حقیقت وہ ظرف اور حرف جار کا متعلق ہوتا ہے۔ اور تمہیں اختیار ہے کہ اس کا متعلق کسی فعل مقدر کو مانو جیسے: استقر وکان، تو وہ خبر جملہ کے قبیل سے ہوگی۔

اور اسم فاعل کو مانو، تو وہ خبر مفرد کے قبیل سے ہوگی، اور یہی بہتر ہے، کیوں کہ خبر میں اصل مفرد ہونا ہے۔

اور ظروف مکان کے ذریعہ اسمائے معانی اور اسمائے اعیان کے بارے میں خبر دی جاتی ہے۔ اول جیسے: ”الخیر امامک“ اور ثانی جیسے: ”الجنة تحت اقدام الامہات“۔

لیکن ظروف زمان کے ذریعہ صرف اسمائے معانی کے بارے میں خبر دی جاتی ہے جیسے: السفر غدا والوصول بعد غد، مگر جب اسمائے اعیان کے بارے میں ظروف زمان کے ذریعہ خبر دینے سے فائدہ حاصل ہو تو جائز ہے اس طور پر کہ مبتدا عام ہو اور زمانہ خاص ہو، جیسے: ”نحن في شهر کذا“، لیکن ”الورد في ايام“ و ”اليوم خمر“، وغدا امراً کے مثل تو اصل: ”خروج الورد، وشرب خمر، وقوع امر“ ہے۔

جس کی تقدیر ”ہو“ ہے جو ”علی“ کی طرف لوٹ رہی ہے، اور وہ ضمیر فاعل ہے۔ اور باب فاعل میں گزر چکا ہے کہ اسم مستعار فعل کی طرح فاعل کو رفع دیتا ہے؛ کیوں کہ وہ (اسم مستعار) ان اسمائیں سے ہے جو معنی کے لحاظ سے فعل کے مشابہ ہے۔

**اور کوفیوں کا مذهب یہ ہے کہ خبر جامد ایسی ضمیر کی متحمل ہوتی ہے جو مبتدا کی طرف لوٹتی ہے، اگرچہ وہ مشتق کے معنی میں نہ ہو۔ تو اگر تم کہو گے: ”هذا حجر“ تو ”حجر“ ایسی ضمیر کا حامل ہے جو اسم اشارہ کی طرف لوٹ رہی ہے، اس کی تقدیر: ہو، ہے ای: هذا حجر ہو“ ان کا قول درست ہے؛ کیوں کہ اس کے لیے ایسا رابطہ ضروری ہے جو مبتدا کو خبر سے مربوط کر دے، اور یہ رابطہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی ہوں گے۔ [ص: ۷۲]**

**اور مشتق سے مراد یہ ہے اس میں وصف کا معنی، جیسے: زهير مجتهد“۔ اور یہ ایسی ضمیر کا متحمل ہے جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہے، مگر جب وہ ظاہر کو رفع دے، تو وہ اس کا متحمل نہیں ہوگا، جیسے: ”زهير مجتهد اخواه“۔**

تو مثال اول میں ”مجتهد“ کے اندر ضمیر مستتر ہے، اس کی تقدیر ”ہو“ ہے جو زہیر کی طرف لوٹ رہی ہے، اور وہ ضمیر فاعل۔ لیکن مثال میں تو اس نے فاعلیت کی بنیاد پر ”اخواه“ کو رفع دیا ہے تو وہ مبتدا کی ضمیر کا متحمل نہیں ہے۔

اور جب خبر مبتدا کی ضمیر کا متحمل ہو تو خبر کا افراد، تشبیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مبتدا کے مطابق ہونا لازم ہے۔ جیسے: ”علی مجتہد و فاطمة، مجتہدة، والتلميذان مجتهدان، والتلميذات مجتهدات“

تو اگر خبر ایسی ضمیر کو متضمن نہ ہو جو مبتدا کی طرف لوٹے، تو اس کا مطابق ہونا جائز ہوگا، جیسے: ”الشمس والقمر ایتان من آیات اللہ“ اور یہ جائز ہے کہ وہ اس کے مطابق نہ ہو، جیسے قوله تعالیٰ ﴿الْحَبِّ أَشْهَرُ مَعْلُومٌ﴾

## [۵]- الخبر الجملة:

خبر جملہ وہ ہے جو جملہ فعلیہ ہو، یا جملہ اسمیہ ہو:

اول جیسے: ”الخلق الحسن یعلی قدر صاحبه“ (حسن اخلاق اخلاق والے کے مرتبہ کو بلند کرتا ہے)

ثانی جیسے: ”العامل خلقه حسن“

اور خبر واقع ہونے والے جملے میں یہ شرط ہے کہ وہ ایسے رابطہ پر مشتمل ہو جو اس (جملہ) کو مبتدا سے مربوط کر دے۔

❖ اور رابطہ خواہ ضمیر بارز ہو، جیسے: ”الظلم مرتعه وخیم“ (ظلم کا انجام برا ہے)

❖ یا مستتر ہو جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہو، جیسے: ”الحق یعلو“

❖ یا مقدر ہو جیسے: ”الفضة الدرهم بقرش“ ای الدرهم منها۔

❖ یا مبتدا کی طرف اشارہ ہو، جیسے: ”ولباس التقویٰ ذلک خیر“ (تقویٰ کا لباس بہتر ہے)

ہے، مثال: اول میں صفت رسالت میں منحصر ہے، تو اگر کہا جائے: ”مارسول إلا محمد“ خبر کو مقدم کرنے کے ساتھ تو معنی فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ معنی اس وقت یہ صفت رسالت صرف محمد ﷺ میں منحصر ہے باوجودے کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ صفت رسالت آپ کو اور دوسرے رسولوں کو شامل ہے۔ \_\_\_\_\_ [ص: ۷۵]

## وجوب تقدیم الخبر:

### [چار جگہوں میں مبتدا پر خبر کو مقدم کرنا واجب ہے]

**اول:** جب مبتدا انکرہ غیر مفیدہ ہو، اس اس کے بارے میں طرف یا جار مجرور کے ذریعہ خبر دی جائے، جیسے: ”فی الدار رجل“ وعندك ضيف“ اور اس سے قولہ تعالیٰ: ”ولدينا مزيد“ ”وعلى ابصارهم غشاوة“ اور یہاں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے؛ کیوں کہ خبر کا موخر کرنا اس بات کے وہم میں ڈال دیتا ہے کہ وہ صفت ہے اور اس بات کے وہم میں ڈال دیتا ہے کہ خبر کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ تو انکرہ مفیدہ ہو تو خبر کا مقدم کرنا واجب نہیں، جیسے: قولہ تعالیٰ: ”واجل مسمى عنده“ (اس کے نزدیک متعین مدت ہے) کیوں کہ نکرہ کی مسمیٰ کے ذریعہ صفت لائی گئی ہے، تو طرف میں ظاہر ہے کہ وہ خبر ہے صفت نہیں۔

**ثانی:** جب خبر اسم استفہام ہو یا اسم استفہام کی طرف مضاف ہو، تو اول، جیسے: ”كيف حالك؟“ اور ثانی جیسے: ”ابن من انت“ و صبيحة اى يوم سفرک؟۔

اور یہاں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے؛ کیوں کہ اسم استفہام یا وہ جو اسم استفہام کی طرف مضاف ہو اس کے لیے صدر کلام ضروری ہے۔

**ثالث:** جب مبتدا سے ایسی ضمیر متصل ہو جو خبر میں سے کسی کی طرف لوٹ رہی ہو، جیسے: ”فی الدار صاحبها“ اور اس سے قولہ تعالیٰ: ﴿أَمْرٌ عَلَى قُلُوبِ أَقْفَالِهَا﴾ [محمد/۲۴] اور یہاں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے؛ کیوں کہ خبر موخر ہو تو ضمیر کا متاخر کی طرف لفظاً اور تبتہ عود (لوٹنا) لازم آئے گا، اور یہ ضعیف اور شاذ ہے۔

**رابع:** خبر مبتدا میں محصور ہو، اور یہ اس طور پر کہ مبتدا ”الا“ کے ساتھ لفظاً مقرون ہو، جیسے: ”خالق إلا الله“ یا معنی، جیسے: ”انما محمود من يجتهد“

اس لیے کہ اس کا معنی: ”ما محمود إلا من يجتهد“ ہے۔ اور حصر کا معنی یہاں یہ ہے کہ خبر۔ جو ”خالق“ ہے مثال اول میں۔ اللہ میں منحصر ہے۔ تو صفت خلق صرف اللہ سبحانہ کے لیے ہے اگر کہا جائے: ”وما الله إلا خالق“ مبتدا کو مقدم کرنے کے ساتھ تو معنی فاسد ہو جائے گا، کیوں کہ یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ صفت خدا صرف خالق ہونا ہے، اور یہ ظاہر الفساد ہے۔ اور یہی حال دوسری مثال میں ہے۔

## [۶]- وجوب تقدیم المبتدا:

مبتدا میں اصل مقدم ہونا۔ اور خبر میں اصل موخر ہونا۔ اور کبھی ان میں سے ایک وجوبی طور پر مقدم ہوتا ہے، تو دوسرا وجوبی طور پر موخر ہوگا۔ \_\_\_\_\_ [ص: ۷۴]

### [چھ جگہوں میں مبتدا کا مقدم کرنا واجب ہے]

**اول:** مبتدا ان اسماء سے ہو جس کے لیے صدر کلام ہے، جیسے اسماء شرط، جیسے: ”من يتق الله يفلح“ اور اسماء استفہام، جیسے: ”من جاء؟“ ”ما“ تعجبیہ، جیسے: ”ما احسن الفضيلة“ اور ”کم“ خبریہ جیسے: ”کم کتاب عندی“۔

**ثانی:** مبتدا اسم شرط کے مشابہ ہو، جیسے: ”الذى يجتهد فله جائزة“ و ”كل تلميذ يجتهد فهو على هدى“۔ تو مبتدا یہاں اسم شرط کے مشابہ اس کے عموم اور اس کے بعد فعل کے مستقبل ہونے اور مابعد کے سبب ہونے میں، تو وہ تمھارے قول: ”من يجتهد فله جائزة“ وای تلمیذ يجتهد فهو على هدى“ کے قوت میں ہے۔ اسی وجہ سے خبر میں فادخل ہوتی ہے جیسا کہ جواب شرط میں داخل ہوتی ہے۔

**ثالث:** مبتدا ایسے اسم کی طرف مضاف ہو جس کے لیے صدر کلام ہے، جیسے: ”غلام من يجتهد؟“ و ”زمام کم امر فی يدک“۔

**رابع:** مبتدا لام تاکید سے مقترن ہو، اور اسی کا نام لام ابتدا ہے، جیسے: ”لعبد مومن خير من مشرك“۔

**خامس:** مبتدا یا خبر میں سے ہر ایک معرفہ یا نکرہ ہو، اور وہاں ایسا قرینہ نہ ہو جو دونوں میں سے ایک کو متعین کر دے، تو مبتدا مسند الیہ کے ساتھ مسند سے التباس کے خوف کی وجہ سے مقدم ہو، جیسے: ”اخوك على“ اگر تم اخ کے بارے میں خبر دینے کا ارادہ کرو، و ”على اخوك“ اگر تم علی کے بارے میں خبر دینے کا ارادہ کرو، جیسے: ”أسن منك أسن منی“ اگر تم اس کے بارے میں خبر دینے کا ارادہ کرو جو جو تیرے مخاطب سے زیادہ عمر دراز ہے۔ ”أسن منی اسن منك“ اگر تم اس کے بارے میں خبر دینے کا ارادہ کرو جو تجھ سے زیادہ عمر دراز ہے۔

اور اگر یہاں کوئی قرینہ نہ ہو جو مبتدا کو خبر سے علاحدہ کر دے تو تقدیم و تاخیر جائز ہوگی، جیسے: رجل صالح حاضر، وحاضر رجل صالح“ اور جیسے: ”بنوأبنائنا بنونا“ مبتدا کو مقدم کرنے کے ساتھ بنونا بنوأبنائنا“ خبر کو مقدم کرنے کے ساتھ کیوں کہ خواہ ان میں سے ایک مقدم ہو اور دوسرا موخر ہو، بہر حال معنی ”بنوأبنائنا ہم بنونا“ ہوگا۔

**سادس:** مبتدا خبر میں محصور ہو، اس طور پر کہ خبر ”إلا“ ساتھ مقترن ہو لفظاً، جیسے: ”وما محمد إلا رسول“ یا معنً، جیسے: ”انما انت نذير“ اس لیے کہ اس کا معنی: ”ما انت الا نذير“ ہے۔ اور حصر کا معنی یہاں یہ ہے کہ مبتدا اور وہ محمد



اور اسم موصول مذکور کے حکم میں اسم موصوف یہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ﴾ [الجمعة/۸] (تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے) اور نکرہ موصوفہ کے حکم میں ہے وہ اسم جس کی طرف اضافت کی جائے۔ جیسے: ”کلُّ غلام رجلٍ يَأْتِيَنِي، او في الدارِ فله درهمٌ“۔



## اقتران الخبر بالفاء: [ص: ۷۶]

وہ ”فا“ جو کبھی خبر سے مقترن ہوتی ہے وہ فاعل رابطہ ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ خبر فاعل رابطہ کا محتاج نہ ہو، کیوں کہ (خبر) مبتدا سے اسی طرح مرتبط ہوتی ہے جیسا کہ محکوم بہ محکوم علیہ سے مرتبط ہوتا ہے، لیکن جب بعض اخبار میں جواب شرط کے ساتھ اس (بعض اخبار) کی مشابہت کا لحاظ کیا گیا تو اس پر ”فا“ داخل ہوتی۔

### اور بعض اخبار کی مشابہت جواب شرط کے ساتھ تین امور میں ہے:

**اول:** خبر کے لیے ایسے مبتدا کا پایا جانا جو ابہام اور عموم پر دلالت کرے جیسا کہ اسم شرط ان دونوں (ابہام اور عموم) پر دلالت کرتا ہے۔

**ثانی:** مبتدا کے بعد ایسے کلام کا پایا جانا جو مستقبل کے معنی میں ہو، جیسا کہ حرف شرط کے بعد جملہ شرطیہ پایا جاتا ہے۔

**ثالث:** خبر ماقبل کلام پر مرتب ہو جیسا کہ جواب شرط جملہ شرط پر مرتب ہوتا ہے۔

### اور یہ مشابہت دو جگہوں میں ہے جن دونوں میں خبر سے ”فا“ کا مقترن ہونا جائز ہے:

**اول:** مبتدا اسم موصول ہو اس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو جو مستقبل پر دلالت کر رہا ہو یا ظرف، یا جار مجرور ہو اس شرط کے ساتھ کہ ظرف یا جار مجرور کا تعلق فعل مضارع سے ہو جو مستقبل پر دلالت کر رہا ہو۔ جیسے: ”الذی یدرس فناجیح“ ”والذی داخل السجن فحزین“ و ”الذی فی الجنة فخالد فیہا“ ان دونوں مثالوں میں ظرف اور جار کا متعلق فعل مضارع محذوف ہے، اس کی تقدیر ”یستقر“ ہے جو مستقبل پر دلالت کر رہا ہے۔ اور اس سے قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَا أَطْبَقُكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾ [الشوریٰ/۳۰] اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا (ف ۸۳) اور بہت کچھ تو معاف فرمادیتا ہے (یہاں موصول کا صلہ مستقبل پر دلالت کر رہا ہے باوجود کہ اس کا لفظ صیغہ ماضی کے ذریعہ ہے اور ہمارے قول: ”اسم موصول“ میں الف لام موصولہ بھی داخل ہے جیسے: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ [النور/۲] (جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ)

**ثانی:** مبتدا نکرہ عامہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ کے ذریعہ لائی گئی ہو جو مستقبل پر دلالت کر رہا ہو یا ظرف یا جار مجرور کے ذریعہ صفت لائی گئی ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ ظرف اور جار مجرور فعل مضارع سے متعلق ہوں جو مستقبل پر دلالت کرے۔

جیسے: ”شَعْبٌ يقاتلُ الاستِعْمَارَ فجديرٌ بالاحترام“ اور ”نَوْمٌ بَعْدَ الظَّهِيرِ فمُرِيحٌ“، اور

”سَفَرٌ بِالطَّائِرَةِ - فمُتَمِّعٌ“۔

کہتے ہیں۔ تولائے نفی جنس کا اسم اس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے۔ جیسے: ﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ، فِيهِ﴾ [البقرہ ۲] (وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں)



## [الفصل الرابع: المرفوعات الباقية]

ان مباحث کے بعد پانچ مرفوعات باقی بچے ہیں: [ص: ۷۷]

﴿۱﴾۔ کان اور اس کے اخوات کا اسم:

کان اور اس کے نظائر مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور، اسے کان کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو نصب دیتے ہیں، اسے کان کی خبر کہا جاتا ہے۔ تو کان اور اس کے اخوات کا اسم ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے جیسے: کان الله عليا حكيمًا.

﴿۲﴾۔ افعال مقاربه کا اسم:

افعال مقاربه كاد اور اس کے اخوات ہیں یہ بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ مبتدا کو ان کا اسم اور خبر کو ان کی خبر کہا جاتا ہے لہذا افعال مقاربه کا اسم ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے۔ جیسے: عسى ربك أن يرحمكم.

﴿۳﴾۔ حروف مشبہ بلیس کا اسم:

وہ حروف جو بلیس کے مشابہ ہیں وہ حروف نفی ہیں جو بلیس کا عمل کرتے ہیں اور اسی کا معنی دیتے ہیں یہ چار ہیں — ما، لا، لات، ان، یہ بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور خبر کو نصب۔ مبتدا کو اس کا اسم اور خبر کو اس کی خبر کہتے ہیں۔ تو حروف مشبہ بلیس کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے ان کے داخل ہونے کے بعد۔ جیسے: ”ما احد افضل من المخلص في عمله“

﴿۴﴾۔ خبر إن و اخواتها:

ان اور اس کے اخوات جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، اور مبتدا کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ تو ان اور اس کے اخوات کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے ان کے داخل ہونے کے بعد۔ جیسے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرہ]

﴿۵﴾۔ خبر لا التي لنفي الجنس:

لائی نفی جنس وہ ہے جو اس جنس سے خبر کی نفی پر دلالت کرے جو اس کے بعد واقع ہو علی سبیل الاستغراق۔ اس لاکو لائے تبریہ کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ اس بات کا افادہ کرتا ہے کہ متکلم جنس سے بری کر رہا ہے اور خبر کے ساتھ متصف ہونے سے اس کے تنزیہ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتا ہے مبتدا کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔ مبتدا کو اس اور خبر کو خبر

## [الفصل الثاني: الأسماء المنصوبة]

اسماء منصوبہ تیرہ ہیں: [ص: ۷۹]

[۱]۔ مفعول بہ (۲)۔ مفعول مطلق (۳)۔ مفعول لہ (۴)۔ مفعول فیہ (۵)۔ مفعول معہ (۶)۔ حال (۷)۔ تمیز (۸)۔ متشبی (۹)۔ کان اور اس کے اخوات کی خبر (۱۰)۔ کاد اور اس کے اخوات کی خبر (۱۱)۔ حروف مشبہ بلیس کی خبر (۱۲)۔ ان اور اس کے اخوات کا اسم (۱۳)۔ لائے نفی جنس کا اسم [— یہ مصدر نو (۹) فصولوں پر مشتمل ہے۔

## الفصل الأول: المفعول به

مفعول بہ وہ اسم ہے جو کسی ایسے شے پر دلالت کرے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو۔ اثبات کے طور پر یا نفی کے طور پر۔ اس کی وجہ سے فعل کی صورت کو تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ اثبات کی مثال: بریت القلم، نفی کی مثال: ما بریت القلم اور کبھی کلام میں مفعول بہ متعدد ہوتے ہیں۔ اگر فعل ایک مفعول بہ سے زیادہ کی طرف متعدی ہو جیسے: اعطيت الفقير درهما۔ مفعول بہ سے نو (۹) بخش متعلق ہیں:

## المبحث الأول: أقسام المفعول به

مفعول بہ کی دو قسمیں ہیں: صریح — غیر صریح

صریح کی دو قسمیں ہیں: —

ظاہر جیسے: فتح خالد الحيرة۔ اور ضمیر متصل جیسے: اكرمتك و اكرمتمهم۔ یا ضمیر منفصل ہو جیسے: يَاكَ نَعْبُدُ وَ يَاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۱﴾۔

اور غیر صریح کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ حرف مصدری کے بعد جو مصدر کی تاویل میں ہو جیسے: علمت أنك مجتهد اور جملہ جو مفرد کی تاویل میں ہو جیسے: ظننتك تجتهد۔ اور جار مجرور ہے جو مفرد کی تاویل میں ہو جیسے: امسكت بيدك۔ اور کبھی حرف جر ساقط ہو جاتا ہے تو مجرور مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے اور اسے منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں۔ لہذا یہ اپنے اصل یعنی نصب کی طرف ہی لوٹے گا جیسے: شاعر کا قول:

## [المبحث الثالث: تقديم المفعول به وتأخيره]

فاعل میں اصل یہ ہے کہ اپنے فعل سے متصل ہو کیوں کہ یہ فعل ہی کے جزئی طرح ہے پھر اس جز کے بعد مفعول آئے اور کبھی معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے اور کبھی مفعول فعل اور فاعل دونوں سے مقدم ہوتا ہے اور یہ سب صورتیں یا تو جائز ہوں گی یا واجب یا ممنوع۔ [ص: ۸۰]

تفصیل ذیل میں ملاحظہ کریں:

## [وجوب تقديم المفعول به على الفاعل]

تین جگہوں میں مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کرنا واجب ہے۔

**الاول:** فاعل کے ساتھ کوئی ایسی ضمیر متصل ہو جو مفعول بہ کی طرف لوٹے جیسے: قاد السيارة صاحبها، و إذا ابتلى ابراهيم ربه. اس مقام پر فاعل کی تقدیم اور مفعول بہ کی تاخیر جائز نہیں تاکہ ضمیر اس کی طرف عائد نہ ہو جو لفظا اور رتبة مؤخر ہے۔

اگر مفعول بہ کے ساتھ کوئی ضمیر متصل ہو جو فاعل کی طرف راجع ہو تو فاعل کی تقدیم اور مفعول بہ کی تاخیر جائز ہے، جیسے: انهى استاذ درسه وانهى درسه الاستاذ. اس لیے کہ فاعل رتبة مقدم ہے۔ لفظا خواہ مقدم ہو یا مؤخر۔

**الثاني:** الاياد انما کے ذریعہ فاعل کو محصور کر لیا جائے۔ جیسے: ما سبق نادراً الا محمد، انما سابق نادراً محمد۔

**الثالث:** مفعول بہ فعل کے ساتھ متصل ضمیر ہو اور فاعل ضمیر متصل کا غیر ہو۔ جیسے: علمك الاستاذ۔

## [وجوب التأخير المفعول به عن الفاعل]

کئی مقامات میں مفعول بہ کو فاعل سے مؤخر کرنا واجب ہے جن میں مشہور چار مقامات ہیں:

**احدها:** شبہ کا اندیشہ ہو اور فاعل کا مفعول سے ممتاز کرنا ممکن نہ ہو جیسے: ضرب عيسى موسى، زار جدى عمى. اگر کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو شبہ ختم کر دے تو مفعول کو مقدم کرنا جائز ہے۔ اور قرینہ کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے: ساعدت موسى ليلی، اور کبھی معنوی، جیسے: انهكت ليلی الحمى.

**والثاني:** فاعل ضمیر متصل ہو اور مفعول بہ اسم ظاہر ہو اور فعل سے مؤخر ہو جیسے: عدت المريض.

**الثالث:** فاعل اور مفعول بہ دونوں ضمیر متصل ہوں اور ان میں سے کسی میں حصر نہ ہو جیسے: ساعدته.

[تمرون الديار ولم تعوجوا...☆... كلامكم على اذا حراموا]

ترجمہ: تم دیار حبیب سے ہو کر گزر رہے ہو اور یہاں قیام نہیں کرتے اس لیے میرا تم لوگوں سے بات کرنا حرام ہے۔  
تمرون الديار — یہ جملہ مفر کی تاویل میں ہے اور ما قبل کے شعر میں قول کا مقولہ ہے اور الديار منصوب بنزع الخافض ہے اور تعوجا جملہ حالیہ ہے۔

## المبحث الثاني: احكام المفعول به

مفعول بہ کے چار احکام ہیں:

(۱) اس کا نصب واجب ہے۔

(۲) کسی دلیل کی بنیاد پر اس کا حذف جائز ہے جیسے: رعت الماشية۔ اور کہا جاتا ہے ”هل رایت خلیلاً“ تو تم کہتے ہو ”رايت“۔

اور کبھی متعدی کو لازم کے منزل میں اتار لیا جاتا ہے، مفعول بہ کے ساتھ کسی غرض کے متعلق نہ ہونے کی وجہ سے تو مفعول بہ ہی مذکور ہوتا ہے اور نہ مقدر رکھا جاتا ہے۔ جیسے: قوله تعالى: ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر/ ۹] (کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان) افعال قلوب کے دو مفعول ہوتے ہیں ان دونوں مفعولوں کا حذف ایک ساتھ جائز ہے اور کسی دلیل کے بنا پر ان میں سے ایک کا حذف بھی جائز ہے۔ مزید تفصیل کے لیے افعال قلوب کی بحث دیکھیں۔

(۳) کسی دلیل کی بنا پر اس کے فعل کا حذف جائز ہے جیسے: ما انزل ربكم؟ قالو خيراً، یعنی انزل خيراً۔ مثلوں اور ان کے مثل جن میں فعل کا حذف مشہور ہے اسے حذف کرنا واجب ہے جیسے: الكلاب على البقر یعنی ارسل الكلاب۔

اسی سے ابواب تحذیر، اعزاء، اختصاص اشغال اور لغت مقطوع میں فعل کا حذف کرنا۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

(۴) اس میں اصل یہ ہے کہ مفعول بہ فعل اور فاعل مؤخر ہو اور کبھی فاعل سے اور فعل اور فاعل دونوں سے مقدم ہوتا ہے۔

اس کی تقدیم واجب ہے جب کہ یہ حالت ہے تاکہ اما اور جواب اما کے درمیان فاصل ہو۔ اگر وہاں کوئی دوسرا فاصل موجود ہو تو اس کی تقدیم واجب نہیں ہوگی جیسے: ام الیوم فافعل ما بدا لك۔

## [تقدیم احد المفعولین علی الآخر]

### دو مفعولوں میں سے ایک کا دوسرے پر مقدم کرنا۔ [ص: ۸۲]

جب کلام میں مفاعل متعدّد ہوں تو بعض، بعض پر مقدم ہونے میں اصل ہوتے ہیں یا تو اصل میں مبتدا ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ظن کے باب میں یا معنی میں فاعل ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ”اعطی“ کے باب میں۔  
توجب فعل دونوں مفعولوں کو نصب دینے والا ہو تو اصل مفعول اول کی تقدیم ہے اس لیے کہ ظن کے باب میں وہ اصل میں مبتدا ہے اور اعطی کے باب میں معنی میں فاعل ہے جیسے: ظننت البدر طالعا اور جیسے اعطیت سعیدا الكتاب، اور اس کے برعکس بھی جائز ہے اگر التباس کا خوف نہ ہو۔ جیسے: ظننت طالعا البدر۔ اور جیسے: اعطیت الكتاب سعیدا۔

### [چار مسائل میں ان میں سے ایک کو دوسرے پر مقدم کرنا واجب ہے]

- (۱)۔ التباس کا خوف ہو تو جس کا حق مقدم رہنا ہے اس کی تقدیم واجب ہے اور وہ مفعول اول ہے جیسے: اگر مخاطب وہ ہے جو لینے والا ہے اور اس کا بھائی ماخوذ ہے اور جیسے: ”ظننت سعیداً خالداً“ اگر سعید کے بارے میں یہ گمان کیا گیا ہے کہ وہ خالد ہے اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو خالد مفعول اول ہوگا۔
- (۲)۔ دونوں میں سے ایک اسم ظاہر ہو اور دوسرا ضمیر تو ضمیر کو مقدم اور ظاہر کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے: اعطیتک درهما۔ الدرهما اعطیتہ سعیدا۔
- (۳)۔ دونوں میں سے ایک میں فعل محصور ہو تو محصور کو مؤخر کرنا واجب ہے خواہ وہ مفعول اول ہے یا ثانی جیسے: ما اعطیت سعیدا الا درهما۔
- (۴)۔ مفعول اول ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جو مفعول ثانی کی طرف راجع ہو تو اول کی تاخیر اور دوسرے کی تقدیم واجب ہے جیسے: ”أعط القوس باریها“ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو جیسے: ”اعطیت التلمیذ کتابہ“ تو ثانی کو اول پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے: ”اعطیت کتابہ التلمیذ“ اس لیے کہ اول اگرچہ لفظاً مؤخر ہے لیکن رتبۃً مقدم ہے۔

الرابع: مفعول بہ کو الایا انما کے ذریعہ محصور کیا جائے۔ مثال: لا ينتظر المريض الا الطبيب ، انما ينتظر المريض الطبيب۔ [ص: ۸۱]

## [جواز تقدیم المفعول بہ علی الفاعل و تاخیرہ عنہ]

### مفعول بہ کا فاعل سے مقدم و مؤخر کرنے کا جواز

مفعول بہ کا فاعل سے مقدم و مؤخر کرنا جائز ہے ان مقامات کے علاوہ میں جن کا ذکر کرنا یعنی جہاں فاعل کو مقدم کرنا یا مؤخر کرنا واجب ہے لہذا ”قرأ علی الكتاب اور قرأ الكتاب علی“ بھی جائز ہے۔

### تقدیم المفعول علی الفعل والفاعل معا

#### مفعول بہ کو فعل اور فاعل دونوں سے مقدم کرنا

علیاً اکرمته کے مثل میں مفعول بہ کو فعل اور فاعل دونوں سے مقدم کرنا جائز ہے۔ اسی قبیل سے یہ۔  
قوله تعالى: ﴿فَفَرِّقًا كَذَّبْتُمْ ۖ وَفَرِّقًا تَقْتُلُونَ﴾ [البقرہ/۸۷] ہے۔

### [چار مسائل میں مفعول بہ کو ان دونوں پر مقدم کرنا واجب ہے]

- [۱]۔ مفعول بہ اسم شرط ہو جیسے: قوله تعالى: ”من يضل الله فباله من هاد“ یا اسم شرط کی طرف مضاف ہو جیسے: ”هدى من تتبع يتبع بنوك“۔
- [۲]۔ اسم استفہام ہو، جیسے: قوله تعالى: فای آية الله تنكرون“ یا اسم استفہام کی طرف مضاف ہو جیسے: کتاب من اخذت۔
- [۳]۔ ”کم“ خبریہ یا کائن خبریہ ہو، جیسے: کم کتاب ملکت، اور جیسے: ”کأین من علم حویت“ یا کم خبریہ کی طرف مضاف ہو۔ جیسے: ذنب کم مذنّب غفرت۔
- کأین نہ مضاف ہوتا ہے اور نہ مضاف الیہ۔ ان تینوں مقامات میں مفعول بہ کو مقدم کرنا واجب ہے اس لیے کہ ان ادوات کے لیے جو مفعول بہ واقع ہو رہے ہیں صدر کلام ہے و جوبی طور پر۔ اس لیے ان کی تاخیر جائز نہیں ہوگی۔
- [۴]۔ أمّا کا جواب مفعول بہ کو منصوب کرے جب کہ جواب ”أمّا“ کے لیے مفعول بہ کے علاوہ کوئی دوسرا منصوب مقدم نہیں ہو جیسے: یہ آیت: قوله تعالى: فاما الیتیم فلا تقهر۔

اگر آب اسم ظاہر میں دوسرے کا عمل دلائیں تو اس کی ضمیر میں اول کا عمل دلائیں گے اگر مرفوع ہو جیسے: ”قاما وقعد اخواک“ اسی سے شاعر کا یہ قول ہے:

[جفونی ولم اجف الا خلاء انفی...☆... لغیر جمیل من خلیل محمل]  
ترجمہ: میرے دوستوں نے میری محبت ترک کر دی اور میں نے اپنے دوستوں کی محبت ترک نہیں کی۔ میرے دوست کی طرف سے جو نامناسب بات ہوتی ہے میں اسے نظر انداز کر دیتا ہوں۔ [ص: ۸۴]  
[محل استشہاد: جفونی ولو اجف الا خلاء ہے۔ لفظ معمول ”الا خلاء“ میں فعل ثانی ”لم اجف“ عمل کر رہا ہے تو اس کا نصب مفعول بہ ہونے کی بنا پر ہے اور فعل اول ”جفونی“ اس کی ضمیر پر عمل کر رہا ہے اور ضمیر واد جمع ہے۔ اس سے یہ لازم آ رہا ہے کہ ضمیر موخر کی طرف عائد ہو رہی ہے۔ لیکن اس بات میں ضمیر مرفوع کا موخر کی طرف لوٹنا جائز ہے۔]  
اور اگر ضمیر غیر مرفوع ہے تو اسے حذف کر دیں جیسے: ”اکرمتم فسراخواک“ اکرمتمہا فسراخواک، نہیں کہا جائے گا۔ شاعر کا یہ قول:

[اذا كنت ترضیه ویرضیک صاحب...☆... جہاراً فکن فی الغیب احفظ للعہد]  
[والغ احادیث الوشاة، فقلما...☆... یحاول واش غیر ہجران ذی ود]  
ترجمہ: جب تم اپنے دوست کو اور تمہارا دوست تمہیں ظاہر میں خوش رکھتا ہے تو تم ایک دوسرے کی غیبت میں بھی اس دوستی کو باقی رکھو اور چغخوڑ کی باتوں کی طرف توجہ نہ دو کیوں کہ ان کا مقصد محبت کرنے والوں کو جدا کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا ہے۔

پہلے شعر میں ترضیہ کی ضمیر منصوب ظاہر ہے۔ اور یہ ضرورت شعری ہے ورنہ جمہور کے نزدیک اس کا ارتکاب بہتر نہیں ہے۔ کہنا یہ چاہیے: اذا كنت ترضی: اور بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

**کسائی اور ان کے تابعین کا مذہب** یہ ہے کہ جب اسم ظاہر کو دوسرے عامل کا معمول بنائیں تو اول میں فاعل کی ضمیر نہیں آئے گی۔ بلکہ اس کا فاعل محذوف ہوگا اس لیے کہ اس کا مابعد اس پر دلالت کر رہا ہے کیوں کہ جب کوئی دلیل فاعل پر دلالت کرے تو اس کا حذف جائز ہے۔ تو اگر آپ کہیں: ”اکرمنی فسرنی زہیر“ تو اگر آپ زہیر کو شکر کا فاعل بنائیں تو سیبویہ اور جمہور کی رائے پر اکرم کا فاعل ضمیر مستتر ہوگا جو زہیر کی طرف راجع ہوگا۔ اور کسائی اور ان کے تابعین کے نزدیک ”اکرم“ کا فاعل محذوف ہوگا۔ کیوں کہ اس کا مابعد اس پر دلالت کر رہا ہے۔

اختلاف کا اثر تنبیہ اور جمع میں ظاہر ہوگا۔ تو سیبویہ کے نزدیک اگر دوسرے کو عمل دلار ہے ہیں تو یہ کہنا واجب ہوگا ”اکرمانی فسرنی صدیقای الا اور کسائی اور ان کے تابعین کے مذہب پر یہ ہوگا ”اکرمنی فسرنی

## [المبحث الرابع: التنازع]

تنازع یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد عامل جو پہلے ہوں ایک یا ایک سے زائد معمول کی طرف متوجہ ہوں جیسے:  
قوله تعالى: ﴿اَتُونِيْ اَفْرِغْ عَلَيْهِ قَطْرًا﴾ [الکھف/۹۶] (لاؤ میں اس پر گلا ہوا تانباؤنڈیل دوں)  
”اتو“ فعل امر ہے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے اول ”یا“ ہے جو ضمیر متکلم ہے اور یہ ”قطرًا“ کو بھی طلب کر رہا ہے تاکہ یہ ”آتوا“ کا مفعول ثانی بن جائے اور ”افرغ“ فعل مضارع ہے ایک مفعول کی طرف متعدی ہے یہ قطرًا کو طلب کر رہا ہے تاکہ یہ اس کا مفعول ہو جائے۔ تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ ”قطرًا“ کے معاملے میں دو عامل تنازع (جھگڑا) کر رہے ہیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک اس کو طلب کر رہا ہے تاکہ یہ اس کا مفعول بہ ہو جائے۔ اس لیے کہ تقدیری عبارت ہے ”اتونی قطرًا“ افرغہ علیہ“ یہی تنازع کا مطلب ہے۔ [ص: ۸۳]  
آپ اسم مذکور کو جس کا بھی چاہیں معمول بنا سکتے ہیں۔ ثانی کا قربت کی وجہ سے اور اول کا سبقت کی وجہ سے۔  
اگر اسم ظاہر کو اول کا معمول بنائیں تو اس کی ضمیر کو ثانی کا مفعول بنائیں گے مرفوع ہو یا غیر مرفوع جیسے: قام وقعدا اخواک۔  
اور کچھ نحو یوں نے اس کے حذف کو جائز قرار دیا ہے اگر ضمیر رفع کے علاوہ ہو اس لیے کہ یہ زائد ہے۔

اسی سے شاعر کا یہ قول:

[بعکاظ یعشی الناظر ی.....ن، إذا هم لمحو، شعاعه]

ترجمہ: مقام عکاظ میں جب لوگ ہمارے ہتھیاروں کی طرف نظر کرتے ہیں تو ان کی چپک سے لوگوں کی آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں۔

اس شعر میں ”لمحو“ کا مفعول محذوف ہے اگر مذکور ہوتا تو ”لمحوہ“ ہوتا۔ یہ اس طور پر کہ لمحو اور یعشی میں سے ہر ایک ”شعاعہ“ کا تقاضا کر رہا ہے تاکہ اس پر عمل کریں اول فاعل کے لیے اور دوسرا مفعول کے لیے۔ اسے پہلے کا مفعول بنایا اور دوسرے کو چھوڑ دیا اس کی ضمیر کو معمول نہیں بنایا ہے۔

صدیقہ صدیقایؒ، تو اسم ظاہر دوسرے عامل کا فاعل ہوگا اور پہلے عامل کا فاعل محذوف ہوگا۔ اور جو کسائی کا قول ہے یہ بھی بعید نہیں ہے اس لیے کہ عرب اپنے کلام میں معلوم چیزوں سے بے نیاز ہوتے ہیں اگر ان کو حذف کر دیا جائے۔ اگرچہ وہ اہم ہوں۔ عرب کے کلام میں اس کے شواہد ملتے ہیں۔

رہا اس صورت میں جب آپ اسم ظاہر کو پہلے کا معمول بنائیں تو دوسرے میں ضمیر لانا بالالفاظ واجب ہے۔ جیسے:

”اکرمنی فسرانی صدیقہ“  
**کسائی نے جو مذہب اختیار کیا ہے** اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فاعل کو حذف نہ کیا جائے تو ضروری ہے کہ وہاں ضمیر ہو جو اسم ظاہر کی طرف عائد ہو جو لفظاً اور ترتیباً مؤخر ہے اور یہ قبیح ہے۔ اور یہ سیبویہ نے کہا: کہ اگر ضمیر کو مؤخر کی طرف لوٹایا جائے تو یہ فاعل کو حذف کرنے سے ہلکا ہے۔ یہی قول بہتر ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ہر ایک کی ایک وجہ ہے اور اضمار اور ترک دونوں برابر ہیں۔  
 دونوں فریق کے مذہب کی تائید کرتا ہے۔ اور دوسرے شاعر کا یہ شعر: \_\_\_\_\_ [ص: ۸۵]  
 ”جفونی ولم اجف الا خلاء“ سیبویہ کی تائید کرتا ہے۔

## قول الآخر:

[تعفّق بالأرطیلها، وأرادها...☆...رجال، فبذت نبلهم وکلیب]

کسائی کی تائید کرتا ہے: (ترجمہ) نیل گائے کے لیے لوگوں نے درخت ارطی کی پناہ لی۔ اور کچھ لوگوں نے اس کا ارادہ کیا لیکن وہ نیل گائے ان کے تیروں اور کتوں پر غالب آگئی۔

دونوں فعلوں میں سے ایک میں ضمیر نہیں ہے۔ اگر پہلے فعل میں ضمیر ہوتی اور دوسرے کو عمل دلاتے تو یہ کہتے: ”تعفّقوا بالأرطی وارادها رجال“ اور اگر دوسرے میں ضمیر لاتے اور پہلے کو عمل دلاتے تو کہتے: ”تعفّق بالأرطی وارادوها رجال“

آپ جان لیں کہ تنازع دو متصرف فعلوں ہی کے درمیان واقع ہوتا ہے یا دو اسموں کے درمیان جو ان کے مشابہ ہو یا ایک فعل منصرف اور ایک کے مشابہ اسم کے درمیان جیسے: ”جاعنی واکرمتم خالدا“

## دوسرے کی مثال، شعر:

[عُهِدَت مَغِيثًا مَغْنِيًا مِنْ اجْرَتِهِ...☆...فَلَمْ اتَّخِذْ لَافِنَائِكَ مَوْثَلًا]

ترجمہ: تمہیں لوگوں نے مددگار اور غنی کر دینے والا مان لیا ہے کہ تم نے ان کی مدد اور حمایت کی ہے اس لیے مجھے تمہارے صحن کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ملی۔

[اس شعر میں محل استشهداد ”مغیثًا مغنیًا مِنْ اجْرَتِهِ“ ہے کہ اس میں دونوں اسم فعل منصرف کے مشابہ ہیں اور دونوں عامل ہیں ان کے بعد مِنْ اجْرَتِهِ ایک معمول ہے۔]

تیسرے کی مثال: قوله تعالى: ﴿هَآؤُمْ أَقْرَعُوا كِتَابِيَهٗ﴾ [الحاقة: ۱۹] دو حرف، حرف اور غیر حرف، دو جامد جامد اور غیر جامد کے درمیان تنازع نہیں ہوگا۔ اور کبھی دوسرے عامل کو محض تقویت اور تاکید کے لیے ذکر کیا جاتا ہے لہذا اس کا کوئی عمل نہیں ہوگا عمل صرف پہلے ہی کا ہوگا۔ اس وقت کلام باب تنازع سے نہیں ہوگا۔ جیسے یہ شعر:

[فهيهاهت هيهاهت العقيق ومن به...☆...وهيهاهت خل بالعقيق نواصله]

## قول الآخر: \_\_\_\_\_ [ص: ۸۶]

[فاين الى اين النـجاة ببغلتى...☆...اتاك اتاك اللّاحقون إحبس، احبس]

احبس اور اگر باب تنازع سے ہوتا تو کہتا ”اتوك، اتاك اللّاحقون“ دوسرے کو اسم ظاہر میں عمل دلانے کے ساتھ اور اول میں ضمیر لانے کے ساتھ یا اتاك، واتوك اللّاحقون ثانی میں ضمیر لانے کے ساتھ اور اول میں اسم ظاہر پر عمل دلانے کے ساتھ۔

\_\_\_\_\_ ☆.....☆.....☆\_\_\_\_\_

## یادداشت:



## [المبحث السادس: الأغراء]

اور کبھی اعز امیں جو مکر رہو اسے رفع دیا جاتا ہے اس بنا پر کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ کقولہ:

اس شعر میں: السلاح.....السلاح مرفوع ہے اس لیے کہ مبتدا مخذوف کی خبر ہے۔ جب کہ اسے منصوب ہو جانا چاہیے۔ \_\_\_\_\_[ص: ۸۸]

**الاختصاص:** اسم کو کسی فعل محذوف کی وجہ سے وجوباً منصوب کرنا جس کی تقدیر ”انخص، یا ائنی“ ہوتی ہے۔ اور یہ اسم کسی ضمیر کے بعد ہی ہوتا ہے اس کی مراد کو بیان کرنے کے لیے اور اس پر ضمیر کا حکم منفرد کرنے کے لیے جیسے: ”نحن۔ العرب۔ نكرم الضيف“ اور اسے اسم مختص سے موسوم کرتے ہیں۔

تو نحن مبتدا ہے اور نكرم الضيف کا جملہ اس کی خبر ہے اور العرب ایک فعل محذوف کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تقدیر انخص ہے۔

”ایاک“ اور اس کے فروغ کے علاوہ سے جو تحذیر ہوتی ہے اس میں مخذّر اور مخذّر منہ کو ایک ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسے: ”رجلك والحجر“ اور مخذّر کو حذف کرنا اور مخذّر منہ کو کو ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسے: ”الاسد الاسد“ اور قولہ تعالیٰ: ”نَافَهُ اللّٰهُ وَ سُقِيَهَا ۝۱۳“ [الشمس/۱۳] (اللہ کے نافع (ف ۱۲) اور اس کی مینے کی باری سے بچو)

Page 35

اور اس نوعیت کے کلام سے اختصاں مراد ہوتا ہے اگرچہ اس کا ظاہر ندائے معنی یہ ہوگا۔ ”أنا أفعل الخير مخصوصاً من بين الرجال، ونحن نفعل المعروف مخصوصين من بين القوم، واللهم اغفر لنا مخصوصين من بين العصائب“ اور الرجال سے صرف تیری ذات مراد ہے اور الرجال اور العصابہ سے صرف ان کی شخصیتیں مراد ہیں اور ”أخْصُ“ کا جملہ ”ایہا اور ایتھا“ کے بعد مقدر ہے حال کی وجہ سے منصوب کے مقام میں۔

☆☆.....☆☆☆.....☆☆

طالب دعا: محمد سلیم الدین — بھاگل پوری  
ناشر: محبی فاؤنڈیشن، سیتا مڑھی، بھار



YOU CAN READ THIS NOTE PDF FILE ON MOBILE ALSO

NOTE: AND IF YOU SAW ANY DOUBT IN THIS DOCUMENT

PLEASE CALL ME

BY: AHMAD RAZA MISBAHI [NEPAL]

08355035130

اور فعل محذوف کا جملہ مبتدا اور خبر کے درمیان معترضہ/عارضی ہے۔ اور یا نحن سے العرب کی خبر دینا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مہمان نوازی کرنا/یا مہمانوں کا احترام کرنا عرب کے ساتھ خاص ہے اور ان پر منحصر ہے۔

تو اگر ضمیر کے بعد اسم مذکور ہو اس کے ذریعے سے اس کی خبر دینے کے لیے نہ کہ اس کی مراد بیان کرنے کے لیے تو وہ مرفوع ہے۔ اس لیے کہ اس وقت وہ مبتدا کی خبر ہوتا ہے۔ گویا کہ تم کہہ رہے ہو۔ نحن المجتہدون، یا ”نحن السابقون“ نصب علی الاختصاص سے لوگوں کا قول: ”نحن۔ الواضعین اسماءنا ادناہ۔ نشہد بکذا وکذا“ تو نحن مبتدا ہے اور نشہد کا جملہ اس کی خبر ہے اور الواضعین ایک فعل محذوف کا مفعول ہے اس کی تقدیر نَحْضُ یا نَعْنُ ہے۔

اور الف لام کے ذریعے معرفہ کا ہونا واجب ہے جیسے: ”نحن۔ العرب۔ اوفی الناس بالعہود“ یا کسی معرفہ کی طرف مضاف ہونا ضروری ہے۔ جیسے: ”نحن۔ معاشر الانبیاء۔ لانورث، ماتر کناہ صدقہ“ (ہم انبیاء کی جماعت ہیں ہم کسی کو وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم نے چھوڑا ہے صدقہ ہے) یا علم ہونا ضروری ہے اور وہ کم ہے۔ جیسے: راجز کا قول: ”بنا۔ تمیما۔ یُکشف الضباب“ (ترجمہ: ہمارے ساتھ تیمم ہے جس کی وجہ سے بادل بلند کھے جاتے ہیں اور زائل کیے جاتے ہیں۔) رہا علم کی طرف مضاف تو اکثر ہوتا ہے۔ جیسے: ”نحن۔ بنی ضبۃ۔ اصحاب الجمل“ (ہم بنی دہ اونٹ والے ہیں/صاحبان اونٹ ہے) اور نکرہ نہیں ہوتا اور ضمیر ہوتا ہے اور نہ اسم اشارہ، نہ ہی اسم موصول۔

اس باب میں اکثر اسماء مضاف کی حیثیت سے داخل ہوتے ہیں۔ ”بنو فلان، ومعشر فلان، واهل البیت، وآل فلان“

اور جان لو کہ اسم مختص اکثر ضمیر متکلم سے نزدیک ہوتا ہے جیسا کہ تم نے دیکھا اور کبھی ضمیر خطاب سے قریب ہوتا ہے: جیسے: ”بک۔ اللہ۔ أرجو نجاح القصد“ (اللہ تیری حفاظت کرے، میں تمہاری مقصود کے کامیابی کی امید کرتا ہوں) و مثال: ”سبحانک۔ اللہ۔ العظیم“ (میں تیری عظیم تسبیح کرتا ہوں) اور ضمیر غائب کے بعد نہیں ہوتا ہے۔ [ص: ۸۹]

اور کبھی اختصاص لفظ ”ایہا یا ایتھا“ کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے۔ تو وہ دونوں مستعمل ہوتے ہیں جیسا کہ نداء میں مستعمل ہے۔ اور وہ مبنی بر ضمہ ہوتے ہیں اور وہ دونوں محل نصب میں ہوتے ہیں انحص کی وجہ سے جو واجبی طور سے محذوف ہے اور ان دونوں کے مابعد کا اسم محل بال ہوتا ہے/یعنی الف لام داخل شدہ اور وہ رفع کو لازم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ ان دونوں لفظ کی صفت ہے۔ یا اس کا بدل ہے، یا اس کا عطف بیان ہے۔ اور اس کا منصوب ہونا جائز نہیں ہے۔ کہ وہ اس بنیاد پر کہ وہ ان دونوں کے محل کا اعراب کے اعتبار سے تابع ہے۔ جیسے: ”أنا أفعل الخير، ایہا الرجل ونحن نفعل المعروف، ایہا القوم“ اور اسی قبیل سے ہے اس کا قول: ”اللهم اغفر لنا، ایتھا العصابۃ“ (اے اللہ ہماری مغفرت فرما اے جماعت)